تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

یقین و اعتماد کی کرشمہ سازی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے ساتھ موجیں مارتے ہوئے دجلہ کے سامنے پہونچے تو ایک لمحہ کے لئے رکے، موج بداماں اور طوفان در آغوش دریا کا جائزہ لیا۔ گرد و پیش پر نظر ڈالی پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے مشورہ کیا کہ بپھرے ہوئے دریا میں گھس پڑیں یا لوٹیں اور اسے عبور کرنے کے لئے پل کا انتظام کریں؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس وقت جو لافانی جملہ کہا تاریخ نے اسے محفوظ کر لیا ہے:۔

"یہ دین تازہ اور نیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔ اور ابھی اس حد تک نہیں پہونچا ہے جہاں تک پہونچنا اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے، پھر میں کیسے یہ سمجھ لوں کہ اس پیغام کے حامل غرق ہو جائیں گے"۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا یہ جملہ اپنے اندر بڑے گہرے معانی و حقائق رکھتا ہے کہ جب یہ دین بالکل نیا اور تازہ ہے تو یہ ضروری ہے کہ دنیا کی تعمیر، کائنات کی قیادت اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی میں اپنا کردار ادا کرے۔ چنانچہ امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فوج کو حکم دیا کہ اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیں اور دریا پار کر جائیں، مؤرخ طبری کی روایت ہے کہ ایرانیوں نے ان کو دیکھا تو چیخ پڑے۔

"دیواں آمدند، دیواں آمدند" کہ یہ انسان نہیں، جن اور بھوت ہیں!

یہ اعتماد اور یقین تھا جو ان کے دلوں میں رچ بس گیا تھا، اور ان میں نئی روح ڈال دی تھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

(از: دریائے کابل سے دریائے یرموک تک ص ۶۷)

فی شمارہ ۶ روپے | سالانہ ۱۳۰/ روپے | ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

سرزمینِ راجستھان سے اردو اور انگریزی میں شائع ہونے والے

دو عظیم الشان ماہنامے

جامعۃ الہدایہ جے پور کے ترجمان

دعوت و اصلاح کے علمبردار، تعلیم و تربیت کے نقیب اور ارشاد و تزکیۂ نفس کے داعی

ماہنامہ ہدایت اور AL-HIDAYAH Monthly

جن کا نصب العین ہے:
- شاندار ماضی سے واقفیت
- حال سے آگہی و ملت کو درپیش چیلنجوں کی نشاندہی
- روشن مستقبل کے تعمیر کی فکر

آیئے! اس مشن کو آگے بڑھانے میں اپنا گرانقدر تعاون دیجئے

شرح خریداری

ماہنامہ ہدایت
اندرون ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے
فی شمارہ: ۱۰ روپے
لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے

AL-HIDAYAH Monthly
اندرون ملک سالانہ: ۱۲۰ روپے
فی شمارہ: ۱۰ روپے
لائف ممبر شپ: ۵۰۰۰ روپے

چیک یا ڈرافٹ پر صرف MOVEMENT COMMUNICATIONS PVT. LTD. لکھیں

1617, Khejre ka Rasta, Near Indira Bazar, Opp. Hidayat Masjid, Post Box: 35, Jaipur-302001 Phone No. (Office) 312386, 319935, Fax:0091-141-311247, E-mail:Jamea@datainfosys.net

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۴۲۹۴۶

نشکر

شوگر کی کامیاب دوا

- قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دوا
- پیشاب سے شکر کو ختم کر کے خون میں شکر کو کنٹرول رکھتی ہے۔

HASANI PHARMACY

117/41 Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph:. 202677

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

مئو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.8 60

فوٹو کرامک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بادر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶ — شمارہ نمبر ۲۳

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء — مطابق — ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

زیر نگرانی

- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/- روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰/- روپئے

فی شمارہ ——— ۶/- روپئے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

درس حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و تربیت میں گفتگو اور اشارہ دونوں سے کام لیتے تھے

شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ

ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و تربیت میں کبھی کبھی زبان سے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ اپنے دونوں دست مبارک کے اشارہ سے بھی کام لیتے تھے، تاکہ مقصد واضح ہو جائے، جو بات آپؐ لوگوں سے بیان فرما رہے ہیں اس کی اہمیت سے سامعین بخوبی واقف ہو جائیں، اس انداز کی چند حدیثیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

مسلمؒ و بخاریؒ نے (صاحب کتاب نے الفاظ بخاری کے نقل فرمائے ہیں) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمان مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہوتا ہے کہ دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط و مستحکم بناتا ہے۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے اشارہ فرمایا کہ اس طرح مسلمان مسلمان سے جڑا رہتا ہے، (ایک دوسرے سے کٹتا نہیں)۔

امام مسلم نے حجۃ الوداع کے موقع کی جابر بن عبد اللہ کی طویل حدیث بیان کی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا: اگر اس صورت حال کا پتہ مجھے پہلے سے ہوتا تو میں اپنے ساتھ ھدی (یعنی قربانی کا جانور) نہ لاتا اور میں اس کو عمرہ بنا دیتا یعنی تمتع کرتا۔ لہٰذا تم لوگوں میں سے جو قربانی کا جانور نہ لایا ہو، وہ احرام کھول دے عمرہ کی نیت کرے۔ (یہ سنکر) حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم اٹھے اور عرض کیا اللہ کے رسول! کیا یہ اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا اور فرمایا حج میں عمرہ بھی شامل ہو گیا، حج میں عمرہ بھی شامل ہو گیا، اسی سال نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے۔

صاحب کتاب عبد الفتاح ابو غدہؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں حج کے زمانہ میں بھی صرف عمرہ کی نیت کی جا سکتی ہے، اس لئے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ حج کے موقع پر صرف عمرہ کی نیت کرنے کو ممنوع سمجھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسی کا ابطال فرمایا ہے اور دوسرے مطالب بھی بیان کئے گئے ہیں جن کو اہل علم امام نووی کی شرح مسلم میں دیکھ سکتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں (شہادت اور بیچ والی انگلی کو اٹھا کر اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ اس طرح قریب ہوں گے دونوں انگلیوں میں تھوڑا سا فاصلہ رکھا"۔

اس حدیث کے اندر جس میں ان تین بچوں کا ذکر ہے کہ انھوں نے پالنا (بچوں کا جھولا) میں گفتگو کی۔ جس کو بخاری و مسلم نے (صاحب کتاب نے الفاظ بخاری کے لئے ہیں) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے، اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت عیسیٰ بن مریم، جریج راہب (کی پاکدامنی کی شہادت دینے والے کا ذکر کیا پھر فرمایا:

بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی اسی اثنا میں بہت بنا سنورا اور گھوڑے پر سوار ایک شخص گذرا۔ اس کو دیکھ کر عورت بولی اے اللہ تو ہمارے بیٹے کو بھی ایسا ہی باعزت بنا، بچے کے کان میں جب ماں کی یہ آواز پڑی تو وہ دودھ پینا چھوڑ کر سوار کی طرف متوجہ ہوا اور بولا اے اللہ تو مجھے اس جیسا نہ بنا، پھر دودھ پینے لگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے میں اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگلی چوستے ہوئے دیکھ رہا ہوں (حدیث بیان کرتے وقت حضور نے بچے کے دودھ پینے کی کیفیت کو اپنی انگلی چوس کر بیان کیا تھا۔)

تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک باندی کو مارتے اور گھسیٹتے ہوئے لے کر گذرے، یہ منظر دیکھ کر اس عورت نے کہا اے اللہ تو ہمارے بچے کو ایسا نہ بنا، پھر بچے نے دودھ پینا چھوڑ کر کہا: اے اللہ تو مجھے اس باندی جیسا بنا، عورت نے بچے سے پوچھا ایسا کیوں کہا! بچے نے جواب دیا شہسوار ایک ظالم شخص ہے اور یہ باندی مظلوم ہے اس پر چوری اور زنا کا جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس نے نہ چوری کی ہے نہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے، وہ مظلوم کہہ رہی ہے میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

(حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ دنیاوی جاہ و جلال، زیب و زینت اور آن بان جو محض تکبر اور شان جھاڑنے کے لئے ہو، آخرت میں اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ وبال جان ہے، اس عورت کی نظر

باقی صفحہ ۳۰ پر

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	مولانا محمد رضوان مرحوم (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	عزیز الاعزہ مولوی معین اللہ ندوی مرحوم	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	رشک گلستاں مولانا معین اللہ ندویؒ	مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی	۹
۵	شک شبہ سے اعتماد کی طرف	مولانا سید واضح رشید ندوی	۱۱
۶	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۱۴
۷	اسلامی شریعت سراپا رحمت	آن سونی رولڈ	۱۵
۸	الاعلام	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۱۷
۹	اسلام اور رزق حلال	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۱۹
۱۰	نمونہ سلف	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۲
۱۱	مولانا محمد رضوان کے حادثہ وفات پر تعزیتی جلسہ	صبیداشرف ندوی	۲۵
۱۲	مولانا عبدالرشید نعمانی کی رحلت	بلال عبدالحی حسنی ندوی	۲۷

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر تکمیلی صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O Box No 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S. St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
سپاؤ تھیہ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O Box No 12525, DUBAI (U.A.E.) P-H! No: — 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

(اداریہ) — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم

دار العلوم ندوۃ العلماء کے عزیز فرزند اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی علمی سند حاصل کرنے والے مولانا محمد رضوان ندوی نے یوم شنبہ ۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو ۴۰ سال کی عمر میں سڑک کے ایک حادثہ میں چوٹ کھا کر وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کا انتقال چونکہ حادثہ میں ہوا اس لئے ان کی موت ایک طرح سے شہادت کی موت ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مرحوم جید حافظ قرآن ذی استعداد عالم دین تھے، اور علوم دینیہ کے لئے قائم مدارس کو تقویت پہونچانے کی فکر کرنے والے تھے، وہ تعلیم وتربیت کے کام میں پورے انہماک سے مشغول تھے۔ وہ سعودی عرب کی وزارت امور دینیہ سے مبعوث تھے، اس سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں مدرس تفسیر کی حیثیت سے ... منسلک تھے، اسی کے ساتھ انھوں نے مسلمان بچیوں کی دینی وعربی تعلیم کا ایک مدرسہ بھی لکھنؤ شہر میں قائم کیا تھا جس کو ترقی دے کر شہر کے مضافات میں منتقل کر دیا تھا۔ اور جامعۃ المومنات الاسلامیہ کے نام سے اس کو بہت اچھے معیار سے چلا رہے تھے اس میں بچیوں کی دینی تعلیم تفسیر وحدیث وفقہ کے ساتھ عربی زبان وادب کی تعلیم وتشق کا بھی انتظام رکھا تھا۔ وہ اس کے سرپرست اور منتظم تھے۔

مرحوم اپنے اختیار کردہ ملی دینی تعلیمی کاموں میں بڑے پرجوش وباحمیت تھے، دینی وتعلیمی کوششوں کو تقویت دینے والے وسائل کے لئے اپنی صلاحیت وہمت کے مطابق فکر کرتے تھے، ندوۃ العلماء ان کا اصل مادر علمی تھا چنانچہ اس سے ان کو بہت گہرا تعلق تھا، اس کی شاخوں کی بھی ترقی وبقاء کے لئے کوشاں رہتے اور مشوروں وتعاون سے کام لیتے تھے۔ اپنے اساتذہ کے ساتھ نیازمندانہ اور مخلصانہ ربط رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے اہل تعلق کے دل میں گھر کر لیا تھا، اس لئے ان کے حادثۂ وفات کو اہل تعلق میں بہت محسوس کیا گیا۔ اور ان کی جدائی کو مدارس دینیہ کے لئے ایک بڑا نقصان سمجھا گیا۔

مولانا محمد رضوان مرحوم لکھنؤ کے ایک صدیقی خاندان کے فرد تھے۔ ان کے والد محمد عثمان عرف محمد اعجاز لکھنؤ کی زردوزی کی صنعت کے ماہر اور کارخانہ دار تھے وہ اپنے فن میں معاصرین میں ممتاز مقام کے مالک رہے ہیں، ان کا یہ اثر ان کے صاحبزادگان میں بھی منتقل ہوا، لیکن مولوی محمد رضوان مرحوم کو ان کے دادا نے بچپن ہی میں حفظ قرآن میں لگایا، جس سے وہ ترقی کر کے عالم دین بنے اور اپنی صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھا کر اپنے اقران میں ممتاز ہوئے، مبعوث ہونے کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء میں عربی زبان اور تفسیر قرآن کے اسباق پڑھاتے رہے، پھر اپنے قائم کردہ جامعۃ المومنات میں بھی مختلف اسباق کی تعلیم دی۔ تعلیم سے ان کی عملی دلچسپی سے بچیوں کو بہت فائدہ پہونچا۔ ان کی اس دلچسپی کا نتیجہ تھا کہ جامعۃ المومنات تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ اور اس نے بچیوں کے ایک مؤثر جامعہ کی حیثیت سے اپنی اہمیت محسوس کرائی۔

مولانا محمد رضوان بہت ملنسار ہنس مکھ اور سب کے ہمدرد اور دوست تھے۔ بڑے فراخ دست اور دوست نواز تھے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب سے بہت احترام ومحبت کا تعلق رکھتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں حضرت مولانا کے عزیزوں سے بھی قریبی ربط ہو گیا تھا۔ بعض سے شاگردی کا بھی تعلق تھا۔ وہ اپنے تمام اہل تعلق سے نہایت اپنائیت کے ساتھ فرد فرد سے محبت وتعاون کا معاملہ رکھتے تھے۔

وہ مختلف النوع ہمدرد ملت لوگوں سے ملتے اور ان کی کوششوں میں مخلصانہ طور پر ہاتھ بٹاتے، اور مشکل سے مشکل کام کی انجام دہی کے لئے پورا تعاون کرتے۔ شہر کے اندر بھی کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی، لوگ ان سے ربط رکھتے اور ان کی دوستی ومحبت سے فائدہ اٹھاتے، تعلیمی وسماجی کام کو انھوں نے اتنی فکرمندی کے ساتھ اختیار کر لیا تھا کہ وہ آخر میں ذہنی طور پر بہت مشغول ومتفکر رہنے لگے تھے لیکن چونکہ جوان تھے اس لئے سب کام خواہ کیسا ہی مشکل ہو وہ خود کر لینا چاہتے تھے اس طرح بے حد مشغولیت اور دوڑ دھوپ کی زندگی گذارنے لگے تھے، بہر حال متعدد جہات کی خصوصیات کے حامل تھے۔ چنانچہ ان کے انتقال کو صرف ندوہ

ہمانہیں بلکہ سارے مسلمان شہریوں نے بھی بہت محسوس کیا اور نماز جنازہ میں بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مرحوم کا کنبہ والدین کے علاوہ کئی بھائیوں اور بہنوں پر مشتمل ہے۔ بھائیوں میں ان کے ہم ذوق ان کے بڑے بھائی محمد عرفان ہیں جو ان کے ہم مذاق ہونے کے ساتھ ان کے کاموں میں شریک بھی رہتے تھے ان کے لئے یہ صدمہ زیادہ سخت رہا۔

مرحوم کے والدین کے لئے جو الحمدللہ باحیات ہیں یہ صدمہ جو ان بیٹے کی صورت میں ان کے سامنے آیا، ان کے دل کو ہلا دینے والا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے حادثۂ وفات سے ان کے شناساؤں کی آنکھیں پر آب ہوگئی ہوں والدین کے لئے کیسا صبر آزما واقعہ ہوگا۔

مرحوم نے اپنے پسماندگان میں والدین اور بھائی بہنوں کے علاوہ اہلیہ اور کئی خورد سال بچے بچیاں چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو قوت عطا فرمائے اور ان کی پرورش کے باعزت اسباب مہیا فرمائے۔ آمین۔

ان کے دو بیٹے سن بلوغ کو پہونچے ہیں ایک عبدالسلام اور دوسرے عبدالرحمٰن، دونوں ابھی زیر تعلیم ہیں۔ آخر الذکر نے دہلی کے ایک اسکول میں بھی تعلیم حاصل کی ہے اور ہنر بھی سیکھا ہے۔

مرحوم تعمیر حیات کی ترقی و توسیع اشاعت کی فکر بھی رکھتے تھے اور کچھ دنوں اس کی تحریری کمیٹی میں بھی رہے۔ مدیر تعمیر حیات سے بھی ان کا مخلصانہ تعلق رہا ہے۔

مرحوم کا مجھ سے ربط ان کے آغاز تعلیمی سے ہوا انھوں نے اس کو بڑے اخلاص و تعلق خاطر کے ساتھ تسلسل قائم رکھا جس کی وجہ سے میرے لئے یہ حادثہ ایک عزیز خاندان کے حادثہ کی طرح کا حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اس تعلق خاطر کو اپنی مرضیات کے زمرہ میں شامل فرماتے ہوئے فوزیت و اجر کا درجہ عطا فرمائے۔ آمین

نعت پاکؐ

قمر الحفیظ قمر

حرم کی زیارت کو جب کوئی جائے
تو دامن پہ اشکوں کے موتی سجائے

دعا ہوگی مقبول اُن زائروں کی
جنھوں نے ندامت کے آنسو بہائے

کروں ذکرِ آقا مدینے پہونچ کر
خدا میری قسمت میں وہ دن بھی لائے

مدینے کا منظر ہے ایسا سہانا
جسے دیکھ کر ہر بشر جھوم جائے

فلک پر ستارے ہیں جس طرح روشن
مری زندگی اس طرح جگمگائے

صداقت کا جلوہ ہیں صدیق اکبرؓ
نبوت کا وہ آئینہ بن کے آئے

دعاؤں میں آقا کی اتنا اثر تھا
جب ہی تو عمرؓ ان پہ ایمان لائے

غنیؓ کی شہادت کا یہ مرتبہ تھا
تھا خنجر گلے پر مگر مسکرائے

نبی مکرم کی رحمت تو دیکھو
جو دشمن تھے ان کو گلے سے لگائے

جو اک دن ضعیفہ نے کوڑا نہ ڈالا
عیادت کو سرکارؐ تشریف لائے

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم
قمر ہر گھڑی بس یہی گنگنائے

بڑا آدمی کون ہے؟

محمد ریاض الدین احمد

بڑا آدمی وہ نہیں ہے جو بڑا دولت مند ہو، بڑا آدمی وہ ہے جو بڑا خدمت گذار ہو، غریبوں اور بیماروں اور مجبوروں کی خدمت کرتا ہو، اور سب سے بڑا آدمی وہ ہے جو سب سے زیادہ مجبوروں اور غریبوں کی خبر رکھتا ہو اور چپکے چپکے ان کی خدمت کرتا ہو۔

ایک قصہ سناتا ہوں سچا قصہ۔

ایک خاتون دونوں آنکھوں کی اندھی تھی، اس کے پاس چھوٹا سا گھر تھا، صاف ستھرا، خاتون بڑے اطمینان سے ایک پلنگ پر بیٹھی تھی۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کا ادھر سے گذر ہوا۔ خاتون پر نظر پڑی ہو چنے لگے یہ دونوں آنکھوں کی اندھی ہے، مجبور ہے ذرا اس کا حال دریافت کریں۔ اندھی کے قریب جاکر دریافت کیا، خاتون! آپ اکیلی معلوم ہوتی ہیں، آپ کی خدمت کون کرتا ہے۔ جواب دیا پتہ نہیں۔ ایک اللہ کا بندہ صبح کو آتا ہے۔ گھر میں جھاڑو دیتا ہے، گھڑوں میں تازہ پانی بھرتا ہے، میرا منہ دھلاتا ہے، اور کھانا کھلا کر چلا جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی وہ کون ہے۔ حضرت عمرؓ کو فکر ہوئی کہ ایسا نامعلوم خدمت گار کون ہے؟ پتہ لگانا چاہئے۔ دوسرے دن آکر اس کے گھر میں چھپ گئے دیکھا کہ ایک آدمی آیا، گھر میں جھاڑو دی، گھڑے میں تازہ پانی بھرا۔ اندھی کو کھانا کھلایا اور واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ دنگ رہ گئے۔ کیا تم سمجھے کہ یہ آدمی کون تھا، یہ تھا اس زمانہ کا سب سے بڑا آدمی عرب کا خلیفہ وقت (وزیر اعظم) حضرت ابوبکرؓ دنیا میں کتنے بادشاہ اور وزراء آئے اور گئے۔ اپنی اپنی عظمت کا ڈنکا بجا کر ختم ہو گئے۔ لیکن ابوبکرؓ کو آج بھی بچہ بچہ جانتا ہے۔ اور قیامت تک ان کا ذکر تازہ رہے گا۔ یہ ہے بڑے آدمی کی پہچان۔

عزیزی الاعز مولوی معین اللہ صاحب ندوی مرحوم

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

راقم سطور کو درجنوں یا بیسیوں تعزیتی مضامین اور "پرانی یادیں" لکھنے کا اتفاق ہوا ہے، لیکن عزیز القدر و عزیز الطلب مولوی معین اللہ صاحب ندوی مرحوم کے بارے میں جن کی ابھی چند ہفتے ہوئے وفات ہوئی ہے، اپنے تاثرات، تجربات و احساسات و مشاہدات لکھنے میں بڑی صعوبت و کشمکش محسوس ہو رہی ہے، کہ ان کا کس طرح احاطہ کیا جائے، اور ان کی طویل رفاقت، یکجائی اور ہم سفری، وحدت فکر و تعاون کو ایک مضمون میں سمیٹا جائے، جس میں صداقت بیانی اور دل کی ترجمانی بھی ہو، پھر بھی دل کے تقاضے اور ان کا حق سمجھتے ہوئے، اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے یہ مضمون لکھوایا جا رہا ہے۔

سن تو یاد نہیں مگر درجنوں برس پہلے ایک دن دار العلوم ندوۃ العلماء کے عباسیہ ہال میں تھا جہاں سالانہ امتحان ہو رہا تھا کہ باہر کھلنے والی کھڑکی سے دو شریف صورت لڑکوں کو دیکھا جو دار العلوم میں داخلہ کے لئے آئے ہیں، بعد میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں اندور کے ایک شریف صدیقی خاندان کے لڑکے اور دو بھائی ہیں، بڑے کا نام معین اللہ ہے اور چھوٹے کا نام نور اللہ یہ دونوں دار العلوم میں داخل ہوئے، نور اللہ مرحوم تو عنفوان شباب ہی میں راہی ملک بقا ہوئے، مولوی معین اللہ صاحب نے دار العلوم میں تعلیم مکمل کی، ابتدائی درجوں سے ہی راقم کو ان کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، انھیں کے زمانۂ طالب علمی میں عربی زبان و ادب کے منتخب دل آویز نمونوں کا مجموعہ راقم کا مرتب کیا ہوا "مختارات من ادب العرب" شائع ہوا اور راقم ہی نے پڑھایا اور درجوں میں بھی تعلیم کا شرف حاصل ہوا، اور انھوں نے کامیابی امتیاز کے ساتھ حاصل کی۔

اسی زمانہ میں راقم کا ربط و تعلق دہلی کے تبلیغی مرکز نظام الدین سے قائم ہوا، اور اس کے بانی و داعی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی سے عقیدت و وابستگی پیدا ہوئی، اس تعلق اور سفروں میں اور تبلیغی جد و جہد میں سب سے بڑا بڑا حصہ مولوی معین اللہ صاحب مرحوم ہی کا تھا، مولانا کی بھی نظر شفقت و عنایت ان پر تھی، پھر جب لکھنؤ میں دار العلوم اس کام کا مرکز بن گیا، اور یہاں سے پیدل تبلیغی سفر اور دورے شروع ہوئے تو سب سے زیادہ رفاقت انھیں کی رہتی تھی، اور وہ میلوں پیدل جاتے تھے، ایک زمانہ میں جماعت کا شب میں قیام دار العلوم ہی کی مسجد میں رہتا تھا، اس کی بھی ذمہ داری اور انتظام زیادہ تر انھیں کے ہاتھ میں تھا، دہلی وہ بار بار راقم کے ساتھ گئے، اور مرکز میں قیام کیا، پھر دوسرے قریب و بعید کے شہروں اور مرکزوں کے دورے میں وہ ہمسفر اور معاون خاص ہوتے تھے، اسی سلسلہ اور زمانہ میں فخر زمانہ اور مرکز دوراں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ (مقیم سہارن پور) اور مرشد یگانہ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ سے بھی عقیدت و نیاز کا تعلق قائم ہوا، اور وہ حضرات بھی خصوصی شفقت فرمانے لگے، اسی زمانہ میں بہت سے اضلاع اور شہروں کا دورہ ہوا اور ان کی رفاقت و مشارکت۔

کچھ زمانہ کے بعد جب حجاز میں تبلیغی کام شروع ہوا اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہاں کے اہل علم و اہل دین اور خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں کے سامنے یہ نہ آئے اور وہ اس کام میں خود حصہ لیں، تو راقم نے دار العلوم کے چند فضلاء اور نوجوانوں کو مکہ معظمہ میں کچھ طویل قیام کرنے پر آمادہ کیا، اور اس کا انتظام کیا، ان میں مولوی معین اللہ صاحب مرحوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کا قیام کبھی مدرسہ صولتیہ کے احاطہ میں، کبھی رباط بھوپال، رباط ٹونک میں رہا، وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تبلیغی دورے کرتے تھے، اور دور دور تک پیدل جاتے آتے تھے اس کا ایک مقصد عربی زبان کی مشق اور ترقی بھی تھی، اس زمانہ قیام میں انھوں نے بہت دورے اور گشت کئے، اور اس کا فائدہ ہوا۔

حجاز کے اس زمانۂ قیام میں راقم کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ مصر کا سفر کرے جو پورے عالم عربی اور ایک بڑے حصہ اسلامی پر اپنے فکر و ثقافت، اشاعت و صحافت اور ممتاز ترین ادباء عرب کا مرکز ہونے کی وجہ سے اثر انداز بلکہ قائد و رہنما بنا ہوا ہے، چنانچہ برادر محترم و مربی مولوی حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ کی تائید و مدد سے وہاں کے سفر کا عزم کر لیا گیا تھا، اور اپنی رفاقت کے لئے مولوی معین اللہ صاحب مرحوم اور مولوی عبد الرشید صاحب عثمانی ندوی کا انتخاب کیا گیا، اور ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ر جنوری ۱۹۵۶ء کو بحری جہاز سے قاہرہ کے لئے روانگی ہوئی، وہاں ایک دینی انجمن کے جو جہاز کی مدد کے لئے قائم ہوا تھا دفتر میں ہم لوگوں کا

قیام ہوا، وہاں زمین ہی پر ہم لوگوں کے بستر پاس پاس بچھے ہوئے تھے، قاہرہ کے قیام میں تمام اہم اور علمی مرکزوں جامع ازہر، جامعۃ القاہرہ، اور کالجوں، ادبی محفلوں میں جانا ہوا، اور مصر کے تقریباً تمام نامور ادیبوں، اہل قلم، مفکرین اور مصنفین سے ملنا ہوا۔[1]

ان تمام ملاقاتوں میں اور استقبالیہ جلسوں اور ادبی محفلوں میں مرحوم ساتھ رہتے تھے، اس عرصہ میں مصر ہی کے نہیں، عالم عربی کے چوٹی کے ادیبوں، خطیبوں اور مصنفین سے ملاقات ہوئی، جن کا تفصیل سے "تذکرات" میں ذکر ہے، یہ قیام ۲۰ رمضان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ جون ۱۹۵۶ء تک تقریباً پانچ مہینے رہا، راقم سطور تو مصر سے شام اور شرق اردن، عمان وغیرہ چلا گیا اور مولوی معین اللہ صاحب، مولوی عبدالرشید وغیرہ حجاز واپس گئے۔

حجاز و مصر کے سفر کے علاوہ عزیز مرحوم ایک بار راقم کے ساتھ بطور رفیق کے لندن بھی گئے، اور وہاں سے جنیوا، سوئٹزرلینڈ، کے بھی سفر میں رفیق رہے، جہاں مرکز اسلامی کے جلسہ میں شرکت کرنی تھی، جس کے ڈاکٹر سعید رمضان مرحوم بانی اور جنرل سکریٹری تھے۔

ان سفروں کے علاوہ جو بہر حال محدود پیمانہ پر اور عارضی طور پر پیش آتے تھے، مرحوم کی اصل رفاقت دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی خدمت و انتظام کے سلسلہ میں ہوئی، پہلے دارالعلوم کے شعبۂ تعمیر و ترقی کے ناظر اور بعد میں وہ ندوۃ العلماء کے نائب ناظم منتخب ہوئے، اور دارالعلوم کا پورا نظم و نسق انھوں نے سنبھالا، انھیں کے زمانہ میں ندوۃ العلماء نے بڑی ترقی اور وسعت اختیار کی، جس وقت وہ نائب ناظم ہوئے اس وقت دارالعلوم کی مرکزی عمارت ایک منزلہ شبلی دارالاقامہ اور مسجد کے علاوہ اور کوئی عمارت نہیں تھی، اگر کچھ تھا بھی تو بعض اساتذہ یا مطبخ کے لئے کھپریل کا مکان۔ اس وقت دارالعلوم میں جو کچھ تعمیری کام نظر آرہا ہے سب انھیں کا کارنامہ ہے سوائے چند اسٹاف کوارٹرس، مسجد کی آخری توسیع اور شبلی کتب خانہ کی اوپری دو منزلوں کے کہ یہ چیزیں ان کی علالت اور قیام اندور کے دفعہ میں تعمیر ہوئیں۔ کئی ہوسٹل تعمیر ہوئے جن میں رواق سلیمانی، رواق عبدالحی، اور رواق اطہر قابل ذکر ہیں، انھیں کی ہدایت اور اشارے سے سفراء اور دارالعلوم کے فضلاء ہندوستان کے باہر گئے، اور انھوں نے اس کے لئے اعانتیں جمع کیں، دارالعلوم کے انتظامیہ اور شعبوں میں بھی وسعت اور ترقی پیدا ہوئی،

مرحوم نے راقم کے ساتھ برما، کویت اور پاکستان کا بھی ایک سفر کیا، پاکستان میں وہاں کے متعدد مرکزی اور تاریخی مقامات کو بھی دیکھا، اور وہاں کی بعض اہم شخصیتوں سے ملاقات بھی کی۔

آخر میں اپنی ضعف و علالت کی بنا پر وہ دارالعلوم میں گوشہ گیر اور پھر اپنے وطن اندور میں اقامت گزیں ہو گئے، اپنی ضعف و علالت کے باوجود انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہونے والے عالمی پیمانہ پر کئی جلسوں میں شرکت کی، جن میں ندوۃ العلماء کا پچاسی سالہ اجلاس (منعقدہ ۳۱ اکتوبر یکم ۲ و ۳ نومبر ۱۹۷۵ء مطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ شوال ۱۳۹۵ھ) اور رد قادیانیت کا عظیم و وسیع اجلاس (منعقدہ ۱۲، ۱۳ نومبر ۱۹۷۶ء) میں وہ اپنے چلنے پھرنے کی معذوری کے ساتھ شریک ہوئے

اور اندور میں قیام کرنے کے ساتھ وہ قلبی و ذہنی اور جذباتی و شعوری طور پر، جسمانی طور پر دور اور شعوری و فکری طور پر قریب بلکہ شریک و دخیل بھی تھے۔

یہاں تک کہ وہ ایک جسمانی صدمہ اور بعض اعضاء کے مجروح ہونے کی وجہ سے مستقل طور پر صاحب فراش اور معذور ہو گئے، اور یہ زمانہ انھوں نے بڑے صبر و استقامت، فرائض کی پابندی اور اپنے قائم کئے ہوئے مدرسۃ الفلاح کی فکر و نگرانی میں گذارا، یہاں تک کہ ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء کو صبح صادق سے قبل وفات کا حادثہ پیش آیا، اور وہ اپنے خالق و رازق و مربی و موفق سے جا ملے۔

رحمہ اللہ رحمۃ الابرار ورفع درجاتہ رب العالمین۔

اظہار تشکر

والد بزرگوار مولانا قاضی محمد معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کے حادثۂ وفات پر بزرگوں، کرم فرماؤں اور والد ماجد سے فیضیاب ہونے والے شاگردوں اور ان کے ارشاد و رہنمائی سے فائدہ اٹھانے والے ان کی دینی خدمات سے متأثر حضرات کے اتنے تعزیتی خطوط آئے ہیں کہ ہم لوگوں کیلئے فرداً فرداً سب کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ ہم اپنے ان بزرگوں اور کرم فرماؤں کے شکر گذار ہیں جنھوں نے غم کی اس کٹھن گھڑی میں ہم پسماندگان کے زخم پر مرہم رکھا اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم پسماندگان سب حضرات کے شکر گزار ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ والد مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے ساتھ ہم لوگوں کے لئے بھی دعا کریں گے کہ ان کے نقش قدم پر چل سکیں۔

قاضی عبیداللہ محمد یحییٰ
عبداللہ۔ عطاء اللہ

رشک گلستاں مولانا معین اللہ ندوی

تحریر: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ترجمہ: خالد نیصل ندوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کے دست راست اور سفر و حضر میں ان کے رفیق خاص مولانا معین اللہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس سے وابستہ مدارس و مکاتب کی فضا سوگوار ہو گئی، اور یہاں کے طلباء اور علماء و فضلاء خاص طور پر حضرت مولانا مدظلہ العالی کے لئے یہ اندوہناک خبر انتہائی صدمہ کا باعث بنی۔

یہ حادثہ پیر کی صبح تقریباً چار بجے سورہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء پیش آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا معین اللہ صاحب مرحوم، حضرت مولانا مدظلہ العالی کے بڑے مخلص اور بہت ہی قریبی شاگرد تھے چنانچہ مولانا مرحوم حضرت مولانا کے سفر و حضر میں اکثر ساتھ رہتے تھے۔ اور حضرت مولانا مدظلہ العالی کے آرام و راحت کا ہمیشہ بڑا خیال رکھتے تھے، مولانا مرحوم بہت ہی لنگر مندی کے ساتھ اپنی ذمہ داری انجام دیتے تھے۔ انھوں نے حضرت مولانا کی نگرانی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اندر اور باہر کئی بڑے اور اہم منصوبے پورے کئے، اور بہت سی ایسی گرانقدر خدمات انجام دینے کی توفیق ان کو حاصل ہوئی، جو ندوۃ العلماء کے مقاصد سے پوری طرح ہم آہنگ تھیں۔

مولانا مرحوم و مغفور کا سانحۂ ارتحال ایک آبائی وطن اندور مدھیہ پردیش میں تقریباً دو سال کی مسلسل علالت کے بعد پیش آیا۔ مولانا مرحوم کو لہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد سے برابر صاحب فراش تھے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود بھی مولانا مرحوم اپنی طاقت بھر دینی فرائض و واجبات کی ادائیگی کے لئے کوشاں رہے۔ اور آخر تک انھوں نے حضرت مولانا مدظلہ العالی اور ندوۃ العلماء کے دیگر ذمہ داروں سے اپنے قدیم و دیرینہ تعلقات کو استوار رکھا اور یہ حقیقت ہے کہ سارے معاملات بحسن و خوبی اپنے وقت پر انجام پاتے رہے اور یہ اندیشہ بالکل نہیں تھا کہ مولانا مرحوم و مغفور اچانک ہم سب سے جدا ہو جائیں گے۔ حالانکہ بیماری ایسی کوئی خاص نہ تھی۔ لیکن مولانا مرحوم نے اپنے رب کے بلاوے کو رات کے اس مبارک و افضل پہر یعنی تہجد کے وقت قبول کیا، جس کے مولانا مرحوم عنفوان شباب ہی سے عادی تھے) اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

مولانا مرحوم ندوۃ العلماء کے ان ابنائے قدیم میں تھے، جنھوں نے یہاں سے فراغت چالیسویں دہے میں حاصل کی تھی، مولانا مرحوم حضرت مولانا مدظلہ العالی کے خاص محبوب ترین تلامذہ میں تھے۔ انھوں نے فراغت کے بعد حضرت مولانا مدظلہ العالی سے اپنے آپ کو وابستہ رکھا۔ اور انھیں کے مشورہ سے "جماعت تبلیغ" سے منسلک ہو گئے اور جماعت کے ذمہ داران اور کارکنان خاص طور سے بانی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ سے استفادہ کیا۔ اس شوق و تعلق کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت مولانا مدظلہ نے ۱۹۵۰ء میں عالم عرب اور بلاد مقدسہ کا دعوتی و تبلیغی سفر فرمایا تو مولانا مرحوم و مغفور حضرت مولانا مدظلہ کے رفیق خاص قرار پائے اور حضرت کے ساتھ ۱۹۵۱ء میں سفر سوڈان اور بلاد شام کا سفر کیا۔

مولانا مرحوم و مغفور دعوتی سفر سے واپسی کے بعد ندوۃ العلماء کے استاذ و نگراں مقرر ہوئے انھوں نے یہ ذمہ داری جس خوبی پوری امانت اور دیانت داری اور اخلاص و لگن کے ساتھ انجام دی، پھر مولانا مرحوم ندوۃ العلماء کے "شعبۂ تعمیر و ترقی" میں منتقل کر دیئے گئے۔ مولانا مرحوم نباض وقت تھے چنانچہ انھوں نے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ضروریات کی تکمیل کے لئے کچھ عملی منصوبے اور کارآمد پروگرام مرتب کئے نیز طلباء کی رہائش گاہیں، مسجد چند دفاتر، اور کچھ درجوں کی ضروری تعمیرات کی طرف پوری توجہ کی۔

مولانا مرحوم و مغفور نے حضرت مولانا مدظلہ العالی کے حسب منشاء قرآن کریم کے حفظ و تجوید کے لئے معاہدہ اور دیہات و گاؤں میں ابتدائی مکاتب اور متوسط و ثانوی تعلیم کے لئے مدارس کا ایک جال بچھا دیا۔ ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کے مطابق پورے ہندوستان میں اور دیگر پڑوسی ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہوئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہی ابتدائی مدارس و مکاتب اعلیٰ تعلیم کے مدارس و جامعات کے قیام اور ان کے دارالعلوم سے الحاق کرانے کی ہندوستان گیر کوشش کا پیش خیمہ ثابت ہوئے، اس وقت ایک محتاط اندازے کے مطابق محقق مدارس و جامعات کی تعداد اسکڑوں تک

جا پہنچی ہے، یہ مدارس وجامعات ہندوستان کے تمام بڑے صوبوں میں اور پڑوسی ممالک ملیشیا، نیپال، بنگلہ دیش اور برطانیہ تک میں موجود ہیں۔

مولانا مرحوم مغفور دینی مدارس ومکاتب میں خالص دینی ودعوتی فضا بنانے کے لئے بہت زیادہ فکرمند تھے، چنانچہ وہ مدارس کے ذمہ داران طلبا اور علماء کو جماعت تبلیغ (فی سبیل اللہ) میں نکلنے پر آمادہ کرتے تھے۔ اور خیر وصلاح کے طالبین ــــ کو علماء صادقین کی صحبت، اور ان سے ربط وتعلق رکھنے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ تاکہ ان کے اندر اخلاص وتقویٰ کی روح موجزن ہو اور اسی طرح ان کا اپنے رب سے تعلق مستحکم وپائیدار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم اکثر وبیشتر طالبان علوم نبوت اور علماء وفضلاء کو حضرت مولانا مدظلہ العالی، ان کی ترجیحی مجالس، اور ان کے علمی ودینی ارشادات اور ان کی جامع الکمالات شخصیت سے استفادہ پر ابھارتے رہتے تھے۔

اخیر دور میں مولانا مرحوم ندوۃ العلماء کے ایک طویل عرصہ تک نائب ناظم رہے۔ اور انھوں نے اس ذمہ داری کو پورے اخلاص، توجہ اور لگن کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ ان کے دور میں ندوۃ العلماء اور اس کی فکر بلند اور اس کے اثرات وخدمات کا حلقہ وسیع تر ہو۔ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں اس کے نصاب تعلیم اور اس کی متوازن فکر کی مقبولیت وافادیت میں خاطر خواہ اضافہ ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ہر جگہ اس کے اثرات محسوس کئے گئے۔

اخیر وقت میں مولانا مرحوم نے نیابت کی یہ ذمہ داری بغیر کسی معاوضہ کے انجام دی اور اپنی وفات سے تین ماہ قبل انھوں نے اپنی مذکورہ ذمہ داری سے سبکدوش ہوجائیں چنانچہ یہ اہم ترین ذمہ داری انجام دینے کیلئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے فیصلہ کے مطابق نائب ناظم کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ نیز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو نائب ناظم کی خصوصی تنخواہ دیئے جانے کا بھی فیصلہ ہوا جس کو انھوں نے نامنظور کردیا اور اپنی پرانی تنخواہ کو ہی قبول کرتے رہنے پر راضی رہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور ندوۃ العلماء کے مصالح وضروریات میں ان کی دن رات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، مغفرت کا معاملہ کرے، آخرت میں ان کے اچھے کاموں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور لغزشوں کو معاف فرماکر جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے نیز انکے اہل وعیال کو صبر وسکون دے اور ان کو حضرات انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے زمرے میں شریک فرمائے۔ اور تمام اہل تعلق کو صبر جمیل اور دعائے مغفرت کی توفیق سے نوازے۔

کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

ہر جان موت کا ذائقہ ہے، اور بلاشبہ تم کو قیامت کے دن تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے۔ پس جو جہنم کی آگ سے دور کردیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003
Tele. : Add Cupkette Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی
ایک شاہکار پیشکش
اُمّتِ مُسلمہ کی
رہبر اور مثالی اُمّت
از: ــــــــ سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات ۲۰۶ سائز ۱۸×۲۲ قیمت ۷۰ روپے
عمدہ کاغذ خوبصورت طباعت مجلد
ملنے کا پتہ: ندوی بک ڈپو۔ ندوہ لکھنؤ

شکاگو شہر کے شہداء کی یاد میں

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ: محمد وثیق علیا اولی ادب

سارے عالم میں مسلمان کشمکش اور محاذ آرائی جیسے ناگفتہ بہ حالات میں زندگی گذار رہے ہیں۔ مغربی سامراج نے دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے لئے ایسے مسائل پیدا کئے ہیں جو مسلمانوں کو اپنے تشخص، آزادی اور عزت نفس کے برقرار رکھنے کیلئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کررہے ہیں۔ ان کی یہ جدوجہد دوسری مظلوم قوموں کی جدوجہد سے مختلف نہیں ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں جاری ہے۔ لیکن مسلمانوں کی جدوجہد کو طاقت کے زور سے کچلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس کو علاحدگی پسندی، تعصب اور دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے، یہ ذہن بھی خود مغربی سامراج کا بنایا ہوا ہے جس نے اسلام کو ایک خطرہ کی شکل میں پیش کیا ہے اور اس کے سارے وسائل ابلاغ اس کا ہر دم چرچہ کرتے رہتے ہیں اور یورپ کی حکومتیں دوسری حکومتوں کو اس خطرہ کے مقابلہ کے لئے بیدار کاتی رہتی ہیں۔ اس کا یہ خیال ہے کہ اگر مسلم معاشرہ یا مسلم امت یکجا ومتحد ہوگئی یا اس نے فکری وتہذیبی میدانوں میں اثر ورسوخ حاصل کرلیا تو ایک ایسا انسانی دھارا وجود میں آجائیگا جو یورپ کے سیاسی اور اقتصادی اور اخلاقی تصور سے صرف مختلف ہی نہیں ہوگا بلکہ متصادم ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کی حیثیت ایک عالمی طاقت کی ہے جو رنگ، نسل، فرقہ اور اقتصادی اونچ نیچ کے حدود کے پابند نہیں۔ وہ سارے انسانوں کو آدم کی اولاد اور سب کو ایک خاندان سمجھتے ہیں۔ ان کے یہاں برتری صرف اعمال کی برتری ہے وہ مغرب کے مادی اور غیر اخلاقی فلسفوں سے اتفاق نہیں کرتے وہ انسان کی غلامی کو، انسان کی بے عزتی تصور کرتے ہیں۔

مسلمانوں میں خودداری وخوداعتمادی شجاعت وجوانمردی، یقین واعتماد، عزیمت واستقامت، ایثار وخود شکنی، اولوالعزمی وبلند حوصلگی کی ایسی نادر صفات پائی جاتی ہیں جن سے دوسری قومیں عاری ہیں، دوسروں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں دوسرے رنگ میں رنگ جانے اور دوسرے قالب میں ڈھل جانے کی صلاحیت بہت کم ہے۔ اسی طرح تقلید اور جبین سائی اور ظالم وجابر طاقت وقوت، فراعنۂ وقت اور حالات ومصائب اور حوادث کے سامنے سر جھکا دینا اور قضاء وقدر کا عذر پیش کرنا مسلمانوں کا کام نہیں مسلمان تو ہیں جو اپنی عزت وآبرو اور مسجد وشرافت کی راہ میں ہر قسم کی مادی ومعنوی قربانی دینے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ مسلمان بندۂ مال وزر نہیں ہیں، بلکہ ایمان کی قوت اور یقین کی ناقابل تسخیر طاقت انھیں دنیا کے سارے انسانوں سے ممتاز کردیتی ہے ان کو دنیاوی زندگی سے محبت نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ موت سے گھبراتے نہیں ہیں بلکہ جس کا جتنا زیادہ ایمان قوی ہوتا ہے وہ اتنا ہی راہ حق میں جام شہادت کا حریص ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ موت کی طلب وچاہت مومنوں کی علامت ہے اور حب زندگی غیر اسلامی عناصر کی نشانی ہے۔ انکی تاریخ جاں نثاری وفداکاری، ایثار وقربانی اور جاں فروشی وجہاد فی سبیل اللہ کے محیر العقول نمونے پیش کرتی ہے۔ اور آج بھی یہ مثالی قربانیاں دی جارہی ہیں۔ اور تاریخ کے مختلف وتفوں میں فداکاری وجاں نثاری کے یہ نادر نمونے لوگوں کے سامنے آتے رہے ہیں اور آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں قربانی وجاں فروشی کا جذبہ موجزن ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان ان کاموں کی طرف سبقت کرتے ہیں جن میں ان کی شجاعت وبہادری اور جاں نثاری کے جوہر کھل سکیں۔

یہ پرجوش جذبہ ایمان ویقین، عقیدۂ آخرت، دلوں میں دنیاوی زندگی کی حقارت ونفرت، نصرت الٰہی اور اخروی کامیابی وفلاح یابی پر یقین کا ثمرہ ہے۔ خوف ورجا اور ایمان ویقین کا یہی جذبہ مسلمانوں کو دوسری قوموں کے مقابلہ میں جلد متحرک کردیتا ہے۔ اور ان میں جہد وعمل اور ہمہ جوئی اور باطل وطاغوتی طاقت وقوت سے پنجہ آزمائی کی روح پھونک دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل پرستوں اور طاغوتی ابلیسی نظامہائے حیات کے علمبرداروں کی سب سے بڑی کوشش یہی رہتی ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسلوں کے سینوں میں ایمان ویقین کی جو چنگاریاں دبی پڑی ہیں انھیں جس طرح بھی ہوسکے بجھا دیا جائے اور عرب وعجم ہر جگہ ان کی جرأت دینی اور جذبۂ اسلامی کو کند کردیا جائے کیوں کہ یہی وہ جذبہ ہے جو ایک

مسلمان کو ہر قسم کی قربانی کے لئے آمادہ کرتا ہے بڑے سے بڑے مصائب میں بھی اس کے پائے استقامت میں لغزش نہیں ہوتی بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے اس کا مقابلہ کرتا ہے ان کے دین کی تعلیمات واضح اور روشن ہیں اور ان کا ان تعلیمات پر یقین غیر متزلزل ہے اور اس کے لئے ان کے ادنیٰ شخص کی نگاہ میں ہر قربانی آسان ہے اسلامی شریعت نے حلال و حرام بالکل واضح کر دیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتی ہے اور اسی کو ان کا امتیازی نشان قرار دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینی شعور رکھنے والا بیدار مغز مسلمان برائی کو برائی کہنے میں تردد نہیں کرتا، اور اچھائی جہاں بھی سکے اچھائی کہنے میں تکلف نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ بہتے دھارے کا رخ پھیر دے، امر و نہی ہمیشہ سے شریفانہ زندگی کا رکن رکین رہا ہے۔ جب کبھی بھی کسی قوم میں اس عنصر نے دم توڑا تو اس میں فساد و بگاڑ، جنسی و اخلاقی بے راہ روی اور جہالت و ضلالت کی وبا عام ہو گئی۔ مسلمانوں کی یہ خاص فطرت ہے کہ یہ اسی تحریک و تنظیم یا ایسی شخصی قیادت سے قربت و تعلق رکھتے ہیں جو ان کی خاکستر میں ایمان و یقین، جرأت دینی، جذبۂ اسلامی کی دبی ہوئی چنگاریوں کو فروزاں کر دے اور ان نادر جذبات کو بروئے کار لانے کے مواقع بہم پہونچائے۔ یہی جذبات مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہمیشہ جرأت دینی و ثبات قدمی کے ساتھ ان افکار و نظریات کا جو ان کے دینی مزاج و فکر سے ہم آہنگ نہ تھے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آج بھی دقتاً فوقتاً وسائل و طریقہ کار کے تناسب سے وہ جرأت دینی و غیرت کا مظاہرہ کرتے ہیں جن کے روح پرور نتائج سامنے آتے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کو ان جذبات کے برتنے میں صحیح اور حکیمانہ رہنمائی کی ضرورت ہے تاکہ انتہا پسندی کا راستہ اختیار نہ کر بیٹھیں، اور صراط مستقیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے اور اسلامی حدود سے متجاوز نہ ہوں، بلکہ اسلامی تعلیمات اور اس کے طریقہ کار پر مضبوطی سے کاربند رہیں۔ اور ان تعلیمات کے مظاہرے میں اسلام کی اعلیٰ قدروں اور مثالی طور طریقوں پر قائم رہیں، کیونکہ مطلوبہ نتائج اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل کیا جائے اس لئے کہ اسلام نے زندگی کے ہر میدان میں کچھ نہ کچھ اصول مقرر کئے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے اس لئے مسلمانوں کو آزادانہ تصرف کا اختیار نہیں دیا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ بعض اوقات کچھ سیاست پسند عناصر مسلمانوں کے ان قیمتی جذبات کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے سیاسی مفاد کے خاطر مسلمانوں کی صلاحیتوں اور طاقتوں کا استعمال ایسے طریقے پر کیا کرتے ہیں جو اسلامی طریقۂ کار کے سراسر مخالف ہوتا ہے۔ اگر ان سے وسائل کا استعمال حالات اور ماحول کے جائزہ کے بعد حکمت و دانائی سے کیا جائے تو مسلمانوں کے موقف میں تصادم واقع نہ ہو اور ان وسائل و بحران سے دوچار نہ ہوں جن سے وہ بعض حالات میں دوچار ہوئے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے مخاطب کو یہ باور کرا دیں کہ ہم حق و صداقت کے پیامبر اور علمبردار ہیں، ہم نہ تو سرزمین میں فساد و بگاڑ چاہتے ہیں اور نہ ہی حکومت و اقتدار کے بھوکے ہیں، بلکہ ہم مسلمانوں کی روز اول سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس کائنات ارضی میں ہمیشہ عدل و انصاف اور حق و صداقت کا بول بالا ہو۔ حالات پرسکون و پرامن رہیں۔ امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا ماحول بنا رہے، انسانی برادری میں اخوت، بھائی چارگی، مساوات، مہر و محبت اور اتحاد و اتفاق کو فروغ ہو اور بغض و عداوت، ظلم و جور اور عصبیت کا چراغ گل ہو جائے، رنگ و نسل، وطن و قوم کے انسانیت سوز امتیازات کا خاتمہ ہو جائے ہمارا مقصد صالح انسانی معاشرہ کی تعمیر ہے نہ کہ انسانیت کو قتل کرنا۔ اگر مسلمانوں نے اپنی انسانی خدمات اور کاوشوں کی صداقت و حقانیت اور سچائی اور اپنی بے لوثی و بے غرضی کو ثابت کیا ہوتا تو مسلمانوں اور ان کے مخاطب قوموں کے درمیان جو کشمکش جاری ہے یہ نوبت نہ ہوتی، شکوک و شبہات کا بازار گرم نہ ہوتا بلکہ ان کو اکرام و احترام اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا، ملک کی تعمیر و ترقی میں ان سے تعاون لیا جاتا۔ اور انھیں اصلاحی کوششوں اور ترقیاتی پروگراموں اور انسانی خدمات میں شریک کیا جاتا،

اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ جو قومیں رہتی ہیں ان پر واجب ہے کہ مسلمانوں کے تئیں اپنے انکار و ہٹ دھرمی اور شک و شبہ کے موقف کو ترک کر کے انھیں اپنے افکار و خیالات ظاہر کرنے کا موقع دیں۔ کیوں کہ رائے اور طریقۂ کار کا مختلف ہونا کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ ایک فطری امر ہے جو زندگی کے ہر میدان میں پایا جاتا ہے جبکہ اس اختلاف رائے کچھ چھوٹے چھوٹے خاندان اور گھرانے تک محفوظ نہیں ہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اس عالمی انسانی برادری میں اختلاف آراء نہ ہو جس میں انسانوں کے مختلف طبقات رہتے ہیں جن کی صلاحیتیں الگ الگ ہیں۔ افکار و خیالات جدا جدا ہیں، رہنے سہنے کے ڈھنگ الگ اور عبادت کرنے کے طریقے مختلف، یہ اختلافات ماضی میں بھی تھے جن کو کبھی تو طاقت و قوت کے بل بوتے پر قابو میں

رکھا گیا۔ اور کبھی ظالمانہ قوانین نافذ کر کے اور مستبدانہ کارروائیاں کر کے، لیکن یہ موجودہ زمانہ آزادی رائے کا زمانہ ہے اور ہر ایک کو اپنی بات کہنے کا حق ہے۔ لہٰذا مسلمان چونکہ ایک عالمگیر دین کے ماننے والے ہیں اور تمدنی و ثقافتی ورثہ کے مالک ہیں، انھیں بھی زندگی کے معاملات میں اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق ملنا چاہیئے اور موجودہ تہذیبی رو سے جو آزادی رائے کے دعویدار ہے مسلمانوں کی رائے کا احترام کیا جانا چاہیئے خصوصاً جمہوری نظام میں جن میں ہر فرد کو ایک مقام حاصل ہے اور غیر مسلم اکثریت کو اس رائے سے مدد لینی چاہیئے۔ اگر ان کی رائے کے موافق ہو، ورنہ اگر موافق نہ ہو تو مہذب اور باعزت طریقہ سے اس رائے کا انکار کر دے۔

لیکن آزادی رائے کو سلب کرنا اور الزام تراشی اور شک و شبہ کی فضا قائم کرنا، یہ موجودہ تمدنی کی روح کے خلاف ہے تمدن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اپنے رائے کے اظہار سے روکے اور اکثریت بر اقلیت کو یا اقلیت پر اکثریت کو مسلط کیا جائے۔ یہ قومی اور وطنی تصور کے بھی خلاف ہے۔ مسلم رہنماؤں کے لیے البتہ یہ ضروری ہے کہ اپنے افکار و خیالات کا اظہار حکیمانہ اسلوب میں کریں اور اس کے لئے تمدنی روش اختیار کریں تاکہ دوسروں کے دلوں میں بغض و عداوت جیسے مہلک جراثیم جنم نہ لینے پائیں۔ اگر ان کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہوں تو حلم و بردباری سے ان کو دور کریں، جب دونوں فریقوں کے درمیان عجلت پسندی، ظالمانہ کارروائیوں اور جنگی محاذ آرائی کے بجائے باہمی احترام و اکرام ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کی رعایت، ہم آہنگی و یکجہتی کا معاملہ ہوگا تو کبھی بھی دونوں فریقوں کے مابین تصادم و تکرار کی صورت پیدا نہ ہوگی،

باہمی احترام و اکرام سے ان بہت سے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے جن سے عالم اسلام دوچار ہے لہٰذا جن ملکوں میں غیر مسلم اکثریت کا تسلط و غلبہ ہے وہاں اس اکثریت اور مسلم اقلیت کے درمیان باہمی تبادلۂ خیال ضروری ہے اور جن ملکوں میں مسلم اکثریت کا غلبہ ہے وہاں پر اسلامی رجحان رکھنے والوں اور ان مسلم حکمرانوں کے درمیان تبادلۂ خیال اور ہم آہنگی و یکجہتی ضروری ہے جو اسلامی رجحان رکھنے والوں کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔

لیکن آج صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ دونوں فریق ہر مسئلہ میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جاتے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں متصادم ہو جاتے ہیں اس میں مسلمانوں کی طاقت و قوت صرف ہو رہی ہے اور وہ تعمیر اور اصلاح کے بجائے اپنے دفاع پر مجبور ہیں۔

اس صورت حال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ فریقین کے درمیان اعتماد کا فقدان ہے۔ انکار و خیالات کے تبادلہ کا عنصر مفقود ہے اور حلم و بردباری کی روح ناپید ہے۔

پوری اسلامی دنیا میں اسی رویہ کی وجہ سے خانہ جنگی اور محاذ آرائی کی صورت حال دینی شعور رکھنے والوں اور روشن خیال جماعتوں کے درمیان محاذ آرائی کا بازار گرم ہے۔ اسی طرح مسلم حکمراں اور مسلم رعایا میں زبردست ٹکراؤ ہے اور پوری دنیا میں دینی رجحان کے علم برداروں اور مغربی تہذیب کے علمبرداروں میں صف بندی اور محاذ آرائی ہو رہی ہے مغربی تہذیب میں انسانی قدروں کا نام و نشان نہیں، بلکہ یہ ہر اس نظام کی مخالفت کرتی ہے جس میں ثابت شدہ اصول و عقائد ہیں اور مغربی تہذیب اس بات پر مصر ہے کہ پورے عالم میں صرف اسی کا چلن ہو۔ اور جو نظام اس کی مخالفت کرے اس کو ختم کر دیا جائے، سب سے زیادہ حیرت انگیز صورت حال وہ ہے جس میں مسلمان ایسے نظام سے دوچار ہیں جس میں مسلمان آزادی سے اپنے عقائد پر عمل نہیں کر سکتے اور نہ ہی آزادانہ اظہار رائے کا ان کو حق حاصل ہے بلکہ ان پر اپنے خیالات و نظریات اور نظام تھوپے جاتے ہیں جو ان کے افکار و خیالات اور نظریات کے مخالف ہوتے ہیں حتیٰ کہ اپنے ملکی حقوق بھی ادا نہیں کر سکتے۔

امتیاز و جانبداری اور دوہرے پن کا یہ رویہ زندگی کے ہر میدان میں اپنایا جا رہا ہے۔ ایک طرف تو مکمل آزادی ہے اور دوسری طرف صرف محرومی ہی محرومی یہی موقف محاذ آرائی کا سبب ہے جب اس جانب دارانہ موقف میں نرمی آجائے گی تو ان خطوں میں جو آویزش و ٹکراؤ کی رگ میں چل رہے ہیں، ہم آہنگی و یکجہتی، مساوات اور تبادلۂ افکار کا ماحول عام ہوگا۔ اور وہاں امن و شانتی کے روح پرور جھونکے چلنے لگیں گے، لہٰذا دونوں فریقوں کو اپنے موقف کو بدلنا چاہیئے۔ اور حکمت و مفاہمت کی روش اختیار کرنی چاہیئے۔ تمام نزاعی مسائل کو گفت و شنید کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ان تمام طریقوں سے اجتناب اور گریز کرنا چاہیئے جن کی اساس ظلم و جور اور جبر و قہر پر اور عجلت پسندی پر قائم ہو اور جب بھی کوئی کارروائی کی جائے تو پہلے خوب غور کر لیا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو ضائع ہونے والی قوتوں کے سرچشموں کی حفاظت ہو سکتی ہے اور انسانی طاقتوں کو بروئے کار لا کر مفید بنایا جا سکتا ہے۔ اور ان سب کے نتیجہ میں ایک ایسا شکبار و خوشگوار ماحول و فضا تیار ہو گی جس میں اتحاد و اتفاق اور الفت و محبت کے گل و لالہ کھلتے نظر آئیں گے اور تمام قومی عناصر باہم شیر و شکر ہو کر پیام امن کا پرچم لہراتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال :۔ چھوٹے شیر خوار بچے کی قے پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو غلیظہ ہے یا خفیفہ؟

ج :۔ چھوٹا شیر خوار بچہ، یا بڑا آدمی اگر منھ بھر کر قے کرے تو وہ ناپاک ہے اور نجاستِ غلیظہ ہے، کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو دھونا ضروری ہے البتہ اگر منھ بھر نہ ہو، تھوڑی سی ہو جس سے دھونا نہیں ٹوٹتا تو وہ ناپاک نہیں ہے۔

س :۔ کیا ٹیپ ریکارڈ آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے چونکہ وہ ایک حکایت کرنے والا آلہ ہے جس میں اصل آواز نہیں، بلکہ مثل آواز ہوتی ہے۔

س :۔ ٹرک ڈرائیور مسافر کب بنے گا؟

ج :۔ ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم از کم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے۔ اس پر قصر لازم ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی میں آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہو جائے گا۔ اور نماز پوری پڑھے گا۔

س :۔ کیا نماز میں سورہ فاتحہ پوری پڑھنا واجب ہے اگر پوری آیت یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟

ج :۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ پوری پڑھنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا واجب ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ امام صاحب کا قول مفتی بہ ہے پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدہ سہو لازم قرار دیا جائے گا۔

س :۔ وضو میں کچھ لوگ تین بار کہنی تک ہاتھ دھو کر پھر تین بار پانی بہاتے ہیں تو یہ چھ مرتبہ ہو گیا ایسا کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

ج :۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کبھی ازالۂ شک کے لئے ایسا کر لیا تو کراہت نہیں ہے۔

س :۔ قبلہ کی طرف تھوکنا کیسا ہے؟

ج :۔ قبلہ کی طرف تھوکنا مکروہ ہے۔

س :۔ اخبارات میں بعض جگہوں پر آیات قرآنی لکھی ہوتی ہیں، ان کو بے وضو ہاتھ لگانا کیسا ہے؟

ج :۔ جن جگہوں پر آیات لکھی ہیں وہاں بغیر وضو کے ہاتھ لگانا منع ہے، دوسری جگہوں پر ہاتھ لگانا جائز ہے۔

س :۔ کیا سجدۂ تلاوت کے لئے بھی ان تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو نماز کے سجدہ کے لئے ضروری ہیں (جگہ کا پاک ہونا، کعبہ کی طرف منھ ہونا وغیرہ۔

ج :۔ ہاں! نماز کی شرائط سجدۂ تلاوت کے لئے ضروری ہیں۔

س :۔ سجدۂ تلاوت میں دو سجدے ہوتے ہیں یا صرف ایک؟

ج :۔ ایک آیت کی تلاوت پر ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔ البتہ مجلس بدلنے پر وہی آیت پھر پڑھی تو اس کا الگ سجدہ واجب ہوگا۔

س :۔ کیا زوال کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کی جا سکتی ہے؟

ج :۔ ہاں! قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں لیکن زوال کے وقت سجدۂ تلاوت کرنا منع ہے۔

س :۔ ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا کرے تو کیا حکم ہے؟

ج :۔ نماز تو ہو جائے گی لیکن خلاف سنت ہے

س :۔ ہماری مسجد میں امام متعین ہیں لیکن کبھی کبھی ان سے اچھے عالم آجاتے ہیں تو اس وقت امامت کا حق کس کو پہونچتا ہے؟

ج :۔ دوسرا شخص امام متعین سے علم میں بڑھ کر ہو تب بھی معین امام ہی امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ البتہ اگر معین امام اپنی خوشی سے اجازت دیدے تو نووارد عالم امامت کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ممبئی میں

اعلیٰ معیاری کھانے کا ریسٹورینٹ

چکن، بریانی، چکن روسٹ، مٹن سالہ، مٹن روسٹ، قورمہ، مغلائی ڈشیں

ہمہ وقت دستیاب ہیں

تاج محل ریسٹورینٹ

کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۴ کرناک روڈ

بمقابل

کرافٹ مارکیٹ بھنڈی بازار ۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

خط و کتابت کرتے وقت ــــــ

خریداری نمبر اور اپنا پتہ

صاف اور خوش خط تحریر فرمائیے (ادارہ)

اسلامی شریعت خواتین کے لئے سراپا رحمت

نومسلمہ خاتون (ان صوفی رولڈ سویڈن) کے تاثرات

میں ایک عیسائی خاتون ہوں، میری پیدائش سویڈن کے آزاد ماحول میں ہوئی اور وہیں میری نشوونما ہوئی، مغرب کے اس آزاد ماحول میں جب میں نے اپنا ہوش سنبھالا تو محسوس ہوا کہ مغربی تہذیب میں اخلاقی قدریں ہی نہیں۔ بلکہ انسانیت ناپید ہے، یہاں ہر شخص، مرد و عورت اپنی مرضی کا مالک ہے، خواہ وہ اللہ کے وجود کا اقرار کرے یا انکار کر دے، کپڑے زیب تن کرے یا دے ترقی کے نام پر ننگا رہے، میں نے یہاں یہ بات باعث شرم نہیں دیکھی کہ مرد مرد سے یا عورت عورت سے شادی کرلے۔ دھدانیت کے خلاف اس مسموم اور ابر آلود فضا میں میرے لئے حیران کن تھا، لیکن اللہ کے فضل اور اس کے احسان سے اسی ماحول میں میں نے اپنی فطرت کی آواز کو سنا اور اسلام کو اپنا مذہب تسلیم کر لیا۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

"آن صوفی رولڈ" کہتی ہیں۔ یہاں سویڈن میں اکثر میں ذہنی طور پر انتشار کا شکار رہتی اور مغرب میں خواتین کی عفت و عصمت کے ساتھ کھلواڑ کو دیکھ کر دل میں اس سماج سے نفرت پیدا ہو گئی۔ جب کہ ایک عورت کی عزت و آبرو اسی میں ہے کہ وہ گھر کی ذمہ داریوں کو پورا کرے، عورتوں کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ بازار میں مصروف عمل رہیں۔ اس لئے میں ہر اس مذہب سے بیزاری کا اظہار کرتی ہوں جس کے نزدیک عورتوں کی عزت و آبرو کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بیشک اسلام ہی واحد مذہب ہے جس کے نزدیک اس کی غیر معمولی اہمیت ہے۔

"آن صوفی رولڈ" کہتی ہیں، بچپن سے ہی میں مذہب کے بارے میں سوچتی اور پریشان ہو جاتی نیز سویڈن کے سماج میں عورتوں کے ساتھ بدتمیزیوں کو دیکھتی تو سخت الجھنوں میں پڑ جاتی۔ اس لئے جب میں بڑی ہوئی تو فوراً یونیورسٹی میں اپنا داخلہ کرا لیا اور اپنے لئے "مذاہب عالم پر ریسرچ" کا موضوع منتخب کیا۔ ۱۹۸۱ء سے باضابطہ میں نے ادیان عالم کا مطالعہ شروع کر دیا، اس دوران میں نے عربی زبان بھی ایک حد تک سیکھ لی۔ تاکہ اسلام کو اس کے اصلی مصادر و مراجع سے سمجھ سکوں۔ اس لئے کہ یورپ و مغرب میں یہود و نصاریٰ اور ان کے پروری اسلام کے بارے میں جو معلومات فراہم کرتے ہیں ان سے یقیناً کوئی بھی شخص اسلام کے قریب نہیں آسکتا۔ وہ لوگ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ظلم و جبر اور غارت گری سکھاتا ہے۔ جب کہ ان کی یہ تمام باتیں واقعہ کے خلاف ہیں۔

جب میں نے اس تناظر میں اسلام اور عیسائیت کا تقابلی مطالعہ کیا تو بے ساختہ میرا دل اسلام کی طرف مائل ہونے لگا اور کبھی کبھی میرا دل اس عدل و انصاف کی طرف متوجہ نہیں ہوا جس عدل و انصاف کی بات عیسائی کرتے ہیں۔ جن کے عقیدے میں مجرم پادریوں کے سامنے اپنے گناہ کے محض اقرار سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ عیسائی عقیدے میں اس کو "سر الاعتراف" کہا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف اسلامی عدالت و انصاف نے مجھے بے حد متاثر کیا، اسلام میں مجرم کو سزا ملتی ہے یہاں تک کہ وہ گناہ سے توبہ کر لے۔ ایک مسلمان کے لئے کسی گناہ کے ارتکاب کے وقت دنیوی اور دنیوی سزا پیش نظر رہتی ہے۔ تاکہ وہ فیصلہ کر سکے کہ آیا اپنے آپ کو سزا کا مستحق ٹھہرایا ہے یا اس سے نجات اور چھٹکارا چاہتا ہے؟

میں نے محسوس کیا کہ عیسائیوں کے یہاں مجرم کی سزا معاف ہے۔ اس لئے ان کے شہروں میں جرائم اور اخلاقی بدتمیزیاں اپنی حدوں سے متجاوز ہیں، سویڈن اور مغرب کے تمام شہروں میں قتل، نشہ اور لوٹ مار کے علاوہ زنا اور آنادانہ جنسی اختلاط کا بازار گرم ہے۔ یہ مصیبت ہر ان مغربی شہروں میں ہے جن کے یہاں مکمل جنسی آزادی حاصل ہے۔ جب کہ مسلم ممالک کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ جرائم نہیں کے برابر ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہاں کے لوگ الٰہی قانون پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو مجرموں کے لئے سخت گیر ہے۔

"آن صوفی رولڈ" کہتی ہیں۔ سماج کی اکائیوں کو انتشار سے بچانے کے لئے سب سے مناسب اور اعلیٰ انتظام اسلام کے پاس ہے۔ سماجی برائیوں کے انسداد کے لئے اس کے پاس جامع اصول ہیں۔ اور جہاں تک ترقی کی بات ہے تو اسلامی نظام معاشرت میں ترقی کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ بلکہ میں یہاں تک کہتی ہوں کہ اسلام ترقی کی آڑ میں دنیا کی قوموں کے مقابلہ میں سب سے آگے ہے۔

میری نظر میں وہ تمام نام نہاد ترقی پسند مغربی دانشور تنگ نظری میں مبتلا ہیں جو اسلام کے نظریہ تعدد ازدواج کے حوالے سے عورتوں کو مظلوم بتاتے ہیں۔ میرے ماں باپ اسلام پر قربان ہوں۔ جس نے تعدد ازدواج کا قانون وضع کر کے عورتوں

باقی ص ۱۸ پر

الإعلام

بمن في تاريخ الهند من الأعلام

المسمّى

«نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر»

لمؤرخ الهند الكبير العلامة الشريف عبد الحي بن فخر الدين الحسني
أبي بن ندوة العلماء العام بلكهنؤ - الهند - سابقاً
المتوفى سنة ١٣٤١هـ

المجلد الأول

(من الجزء الأول إلى الجزء الرابع)

يتضمن تراجم علماء الهند وأعيانها من القرن الأول إلى القرن العاشر

دار ابن حزم

الإعلام

بمن في تاريخ الهند من الأعلام

مولانا عبد اللہ عباس ندوی

حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۳۸۶ھ/۱۸۶۶ء - وفات ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) سابق ناظم ندوۃ العلماء عربی اور اردو کے نامور مصنف کی شہرۂ آفاق تصنیف "نزہۃ الخواطر" اس نئے نام سے خوبصورت حروف اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ دمشق (سوریہ) کے معروف دار الاشاعت، دار القلم سے شائع ہوئی ہے۔ عرب دنیا میں اس کتاب کی یہ قدردانی اور اہمیت کا اعتراف دیکھ کر اس یقین میں اضافہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلص بندہ کی کاوش کو ضائع نہیں فرماتا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۸۰ سال بعد اس کتاب کا اس اہمیت کے ساتھ سامنے آنا مصنف علیہ الرحمہ کی مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے، اور خود مصنف کے وہم و گمان میں نہیں ہوگا کہ ان کی بیس سال کی محنت، دیدہ ریزی اور ہزارہا صفحات کے مطالعہ کا عطران کی توقعات سے کہیں زیادہ مقبول ہوگا، اور ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں ایک مستند مرجع اور ماخذ کی حیثیت حاصل کرے گا، اور ایک زمانہ آئے گا جبکہ یورپ اور امریکہ کے ماہرین مشرقیات اس کو ہندوستانی علماء کے حالات میں ایک انتھارٹی تسلیم کریں گے۔

یہ کتاب ہندوستان میں سب سے پہلے دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوئی تھی (پہلا حصہ ۱۳۷۶ھ، تیسرا اور چوتھا حصہ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوتا رہا ہے۔

یہ آٹھ جلدوں میں ساڑھے چار ہزار سے زائد شخصیتوں کے تراجم (مختصر حالات زندگی اور علمی کارناموں کے تعارف) پر مشتمل ہے، مصنف رحمہ اللہ نے بہت خاموشی کے ساتھ، بغیر کسی اعلان و ادعاء، اور ہر طرح کی شہرت طلبی سے بے نیاز ہوکر ایک علمی و دینی خدمت انجام دی تھی، اس کی آٹھویں جلد میں بعض سنین اور چند اتمام تذکرے تھے جن کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ نے مکمل فرمایا۔

پہلی جلد میں ان اسلامی شخصیات کا ذکر ہے جو پہلی صدی میں ہندوستان آئی تھیں۔ مصنف رحمہ اللہ کی ترتیب کے مطابق یہ طبقہ اول ہے، اسی طرح صدی بہ صدی اس سرزمین پر جو اہل علم پیدا ہوئے اور جن کے کارنامے معلوم یا مجہول ہیں ان سب کا پورے انصاف اور وسعت قلبی کے ساتھ بغیر کسی گروہی یا مسلک و مشرب کی عصبیت کے پورے انصاف و اعتراف کے ساتھ جچے تلے الفاظ میں ذکر آیا ہے۔ اس کتاب سے علمی طور پر استفادہ جن بزرگوں نے کیا اور وہ معلومات جو دوسرے مآخذ سے دستیاب نہیں ہوسکتے تھے ان کو اس کتاب میں پاکر جن اہل علم نے دلی قدردانی کا اظہار اور مصنف کی تلاش و جستجو کی تعریف کی ان میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی ہیں، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے نامور مصنف کے نامور فرزند (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ) کو لکھا:

یہ واقعہ ہے کہ آپ کے والد مرحوم کی چیزوں سے یوں تو مجھے بچپن ہی سے خاص دلچسپی رہی ہے لیکن "نزہۃ الخواطر" کی قدر و قیمت مجھ پر اپنے اس کتاب (مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت) کے لکھتے وقت جتنی ظاہر ہوئی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اللہ کے اس مخلص بندہ نے کمال کردیا ہے، سندروں کو کھنگال گئے لیکن پتہ بھی چلنے نہیں دیا، خدا کرے کہ ان کی محنت سے استفادہ کا موقع دنیا کو مل جائے، ایک انقلابی کام ہے جسے وہ کرکے چلے گئے ہیں۔ اب ہم لوگوں کی توفیق کی بات ہے کہ اس سے پہلے کہ اس سے خود مستفید ہوں اور دوسروں کو مستفید ہونے کے مواقع پیدا کریں۔

(مکتوب مولانا گیلانی بنام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔ یکم نومبر ۱۹۴۵ء حیات عبدالحی ص ۳۶)

اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کسی خاص طبقہ اور صنف کے اہل علم و کمال ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں علماء و مشائخ، سلاطین و امراء، شعراء و ادباء اور ہر صنف و فن کے اہل کمال کا انتہائی منصفانہ ذکر ہے، کسی کے ذکر میں نہ تو بے جا مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اور نہ اس کی حق تلفی کی گئی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جن قابل ذکر تحقیقات کا ذکر ہے وہ کسی ایک مخصوص زمانہ یا کسی خاص عہد کے افراد نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کے داخلہ ہند سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے عرصہ میں نمایاں ہونے والوں کا ذکر ہے۔ اور ان کا بھی ذکر ہے جن کو باوجود ان کے فضل و کمال کے دنیا نے نہیں جانا اور ان کی شہرت

محدود زمانہ تک اور محدود مقامات میں منحصر تھے، خلیج بنگال سے لے کر بحیرۂ عرب کے ساحل تک جہاں بھی کوئی صاحب علم پیدا ہوا اس کتاب نے اپنے دامن میں اس کو سمیٹ لیا ہے۔

علامہ علوم دینیہ ونابغۂ علم وتحقیق مولانا سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد میں شیوخ ومشائخ وسلاطین کے سیکڑوں تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑ کر کوئی مختصر رسالہ بھی مستقل یہاں کے علماء وفضلاء کے حالات میں نہیں لکھا گیا۔"

مولانا سید عبدالحی مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا اور پورے بیس برس اس کام پر صرف کئے۔ اس عرصہ میں ہندوستان (غیر منقسم) کی اس سرحد سے لے کر اس سرحد تک کوئی کتب خانہ نہیں چھوڑا جہاں ان کو ذوق طلب کھینچ کر نہ لے گیا ہو، اور بالآخر آٹھ جلدوں میں علمائے ہند کی پوری سوانح عمریاں جمع کیں اس کا مقدمہ لکھا جس سے ہندوستان کے اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مرتب کی۔

ایک اور خصوصیت جس کی طرف سب سے پہلے علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نظر گئی وہ یہ ہے کہ ابن خلکان کی طرح ہر عالم یا دانشور کا ذکر کرتے وقت اس کا نام ایسے القاب کے ساتھ لکھتے ہیں جس سے اس فن کا اختصاص معلوم ہو۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں

بقیہ: اسلامی تہذیب کے لئے رحمت

کو حقوق دلوائے۔ دراصل مغرب کو اس نظریہ سے اختلاف اس لئے ہے کہ ان کے یہاں بیوی کے علاوہ ایک سے زائد سکریٹری کے نام پر خواتین کے استحصال کا موقع نہیں مل پاتا۔ ان سے پوچھئے کہ ایک قانون کے دائرے میں رہ کر کسی مرد کی زوجیت میں کوئی عورت زیادہ محفوظ رہ سکتی ہے یا آزاد کلبوں میں دوستی کے نام پر؟ اور یہ حق ان کو کس نے دیا؟ جب کہ اسلامی شریعت خواتین کے لئے سراپا رحمت ہے۔

اسلام میں ماں، بہن اور بیٹی کے الگ الگ اور مستقل حقوق متعین ہیں جس کی مثال یورپی قوانین میں قطعاً نہیں ملتی۔ خواتین کے ساتھ اسلام نے جس عدل وانصاف کا معاملہ کیا ہے اس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ اسلامی قوانین کے تحت مسلم خواتین کو یقیناً تحفظ حاصل ہے۔

"آن صوفی رولڈ" اسلام کی جامعیت کو دہراتے ہوئے کہتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں معلومات کے دوران میں نے کسی کتاب میں اسلام کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دیکھی۔ اس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنی رات تو آسودہ گذاری اور اس کے پڑوسی بھوکے رہے۔" اس مختصر روایت میں پوری دنیا کے لئے اجتماعی کفالت کا ایک دستور ہے۔ جہاں مغربی سماجی مبصرین کی پہونچ تک نہیں۔

"آن صوفی رولڈ" کہتی ہیں۔ ان تمام ترجیحات اور اپنی فطرت کے فیصلہ کے سامنے میں نے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور ۱۹۸۲ء میں میں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور آبائی مسیحی دین سے میں نے برأت کا اظہار اور اعلان کر دیا۔ خدا کا شکر واحسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے ظلمات سے نکال کر اسلامی کی روشنی عطا فرمائی۔ ذالک من فضل اللہ۔

"آن صوفی رولڈ" کہتی ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میری شادی ایک مسلمان نوجوان سے ہوگئی۔ اس کے بعد ملیشیا اور جارڈن کی تربیتی اور اسلامی تحریکات کی طرف سے میں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی جس کی وجہ سے اسلام کو سمجھنے میں پوری مدد ملی۔ الحمدللہ میں نے اپنے اندر بڑے مغربی ٹھیکیداروں اور پادریوں سے اسلام کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لی ہے۔

چنانچہ اس کے فوراً بعد قاہرہ میں "مختلف تہذیبوں کے درمیان کشمکش" کے موضوع پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں سرگرم حصہ لیا اور بنیادی مغربی نظریات کی سخت الفاظ میں تردید کی اور میں نے ثابت کیا کہ دنیا میں کوئی بھی مذہب اسلام کا بدل نہیں ہے۔

(ماخوذ از:۔ روشنی کی طرف)

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز
NOTE BOOK
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:۔
مکتبہ الحرمین مسجد مرکزی ڈاکٹر بی این ورما روڈ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرانے کا رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں ہر صرف ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

اسلام اور رزق حلال

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

اسلام کا امتیاز

اسلام صرف چند عبادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ حیات انسانی کے تمام پہلوؤں پر محیط و حاوی اپنی جامعیت، کمال وسعت اور وحدت کے لحاظ سے منشاء الٰہی کے مطابق صاف ستھری پاکیزہ زندگی گذارنے کا مکمل نظام ہے۔ یہ اسلام کا خصوصی امتیاز ہے۔ اسلام عبادت الٰہی کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام معاملات تمدنی وتہذیبی، معاشی و روحانی، انفرادی واجتماعی کو ایسے پاکیزہ اخلاق کا پابند کرتا ہے جس سے خیر وشر اور حلال وحرام کا امتیاز باقی رہے۔ اسلام نے حصول رزق اور کسب معاش میں حلال وحرام اور جائز وناجائز میں جو تفریق رکھی ہے۔ یہ کسی دوسرے مذہب اور نظام معیشت میں موجود نہیں

کسب حلال ایک دینی فریضہ ہے

اسلام کی نظر میں پاکیزہ رزق اور حلال کمائی کا حصول عبادت ہے اسے اللہ کی راہ میں جہاد اور مغفرت وبخشش کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کمائی کو فرض کا درجہ دیتے ہوئے فرمایا: طلب کسب الحلال فریضۃ "بعد الفریضۃ" (مشکوٰۃ) یعنی پاک اور حلال کمائی کا طلب کرنا۔ دینی فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) کے بعد خداوند قدوس کی طرف سے ایک اہم فریضہ ہے۔ قرآن وحدیث کے اندر حلال مال کمانے اور حرام سے بچنے کے سلسلے میں بڑی تاکیدیں آئی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مخاطب کر کے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (سورۂ مومنون۔ ۱۵)

(اے لوگو! طیب (پاک) چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے جو حکم رسولوں کو دیا ہے وہی حکم مومنوں کو بھی دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ (سورۂ بقرہ۔ ۱۷۲)

اے ایمان والو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے طیب (پاک) چیزیں کھاؤ

اسلام میں جس طرح بندے پر نماز، روزہ وغیرہ فرض ہے اسی طرح اس پر حلال رزق تلاش کرنا اور حرام سے احتراز کرنا بھی لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔

تجارت کی فضیلت

حلال رزق طلب کرنے اور پاکیزہ روزی کے طریقوں کی تحصیل کے لئے تگ ودو کرنے کے اسباب وذرائع میں سب سے افضل سبب وذریعہ تجارت ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل نبوت تجارت کرنا اور اس کی فضیلت بیان کرنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، صحابہ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ کی دینی اولوالعزمیاں اور راہ خدا میں خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی دلچسپیاں یہ سب تجارت ہی کی کارفرمائیاں تھیں، صوفیاء میں حضرت حسن بصریؒ اور ائمہ میں امام ابوحنیفہؒ اپنے بے پناہ علم وفضل کے باوجود بہترین تاجر تھے۔

حلال تجارت حصول رزق کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ مدارج آخرت کی ترقی کا ایک زینہ بھی ہے۔ قیامت کے دن میدان محشر میں جن خوش نصیب بندوں کے لئے عرش الٰہی کا سایہ ملنے کی خوشخبری ہے۔ ان میں ایک ایمان دار اور دیانت دار تاجر بھی ہے۔

کمائی کرنے کے درجات

صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ کمائی کرنا فرض بھی ہے، مستحب بھی اور اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی

چنانچہ اتنا کمانا فرض ہے جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاش ضرورت کیلئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو جائے۔ اور اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ زیادہ کمائے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے جو بچے گا وہ فقراء ومساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء پر خرچ کروں گا۔ اسی طرح ضروریات زندگی سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے جبکہ نیت اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار وتمکنت کی حفاظت ہو، البتہ صرف مال ودولت جمع کر کے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے، اگرچہ حلال ذرائع ہی سے کیوں نہ کمایا جائے (مظاہر حق جدید)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حلال طریقہ سے اس لئے دنیا طلب کی کہ بھیک مانگنے سے بچے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اور جس نے حلال طریقہ سے دنیا اس لئے حاصل کی کہ دوسروں کے مقابلہ میں روپیہ زیادہ جمع کرے اور دوسروں پر فخر کرے اور دکھاوا کرے تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ خدا کا اس پر غصہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

اسلام انسان کے معاشی مسئلے سے بے فکر نہیں

اسلام میں انسان کی پیدائش کا اساسی مقصد اگرچہ معاش نہیں ہے لیکن اسلام انسان کے معاشی مسئلے سے بے فکر بھی نہیں ہے اسلام انسان کو صرف دنیا کا ہو کر رہ جانے سے منع کرتا ہے لیکن حلال رزق اور تحصیل معاش سے منع نہیں کرتا۔ البتہ انسان معاشی مسئلہ کو مقصد زندگی نہ بنائے، اسلامی اصول و قوانین کے حدود میں رہتے ہوئے اور حلال و حرام کی تمیز کرتے ہوئے مال کمائے اور دنیا کی چیزوں سے خاطر خواہ استفادہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے (مشکوٰۃ ص ۲۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نجار (بڑھئی) تھے یعنی وہ لکڑی کاٹ کاٹ کر عمدہ قسم کی چیزیں بنایا کرتے تھے)

بہترین اور پاکیزہ کمائی کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے، وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا قیمت کم کر کے دے دے) اور جب خود بیچتے ہیں تو (بہت زیادہ) تعریف نہیں کرتے (تاکہ زیادہ نفع ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ (حق) نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے۔ اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو وہ وصول کرنے میں تنگ نہیں کرتے (ترغیب ص ۵۸۶ ج ۳)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ تجارت جو مقبول ہو، یعنی شرعی اصول و قوانین کے مطابق ہو (مشکوٰۃ ص ۲۴۲ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بہتر کمائی اور بیشہ وہ ہے جس میں انسان کو اپنے دست و بازو سے محنت و مشقت کرنی پڑتی ہو۔ اور ایسی تجارت اور صنعت و حرفت کے ذریعہ حلال روزی حاصل کرے جس میں دیانت و امانت کی روح بہر صورت کارفرما رہے۔

کسب معاش کے فائدے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تجارت کرنا اور صنعت و حرفت کا پیشہ اختیار کرنا اور کسب معاش کے لئے تگ و دو کرنا محض دنیاوی عمل ہے، یہ خیال سراسر غلط ہے بلکہ یہ ایک دینی فریضہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور اس کے لئے جائز اور حلال طریقوں کا استعمال کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً جو شخص اپنی تجارت اور صنعت و حرفت کے ذریعہ کماتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ خود اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تجارت اور صنعت و حرفت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسا شخص اپنے کاروبار اور کارخانوں میں مصروف رہنے کی وجہ سے بہت سی برائیوں اور لہو و لعب سے محفوظ رہتا ہے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے سے کسر نفسی بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ شخص منکسر المزاج بن جاتا ہے۔ اپنے نفس کی سرکشی سے بچا رہتا ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص کسی کا محتاج نہیں رہتا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا اور اسے عزت کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

رزق حلال کی برکت

یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی مرد مومن محنت و مزدوری اور خون پسینہ ایک کر کے حلال روزی کماتا ہے تو اس کے اثرات اس کی زندگی میں نمایاں طور پر ظاہر ہوتے ہیں اور خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور وہ نیکی اور بھلائی کے راستہ پر چلنے لگتا ہے۔ اور اس کو نیکیوں کی توفیق ہوتی ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ ایک مرتبہ کسی گاؤں کی ویران مسجد میں ٹھہرے وہاں مغرب کے تھوڑی دیر بعد ایک غریب آدمی آیا۔ اور جلدی جلدی مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد جب آپ کو دیکھا تو اپنے گھر گیا۔ اور تین روٹیاں

لاکر آپ کو دیں۔ آپ نے ان کو تناول فرمایا اور سو گئے رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور عجیب و غریب انوارات اور برکات ظاہر ہوئے۔ اسلئے آپ اگلے دن پھر وہیں ٹھہر گئے دن بھر کوئی نہ آیا۔ بعد مغرب وہی شخص آیا اور آپ کو بیٹھا دیکھ کر اپنے گھر سے دو روٹیاں لاکر دیں یہ رات بھی پہلی رات کی طرح گذری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے آپ اگلے دن پھر وہیں ٹھہرے رہے، بعد مغرب وہی شخص آپ کو دیکھ کر گھر سے ایک روٹی لایا اور کہنے لگا: بھائی مسافر، اب جاؤ کل کو یہاں نہ ٹھہرنا!

آپ نے فرمایا!

"میرے ٹھہرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہاری روٹی میں عجیب لذت محسوس کرتا ہوں، اور عجیب و غریب انوارات اور برکات کا مشاہدہ کر رہا ہوں تم حقیقت حال بتاؤ تب میں یہاں سے جاؤں گا"

اس شخص نے کہا:

"میں بہت غریب آدمی ہوں دن بھر محنت کر کے جو پیسے ملتے ہیں اس کا تھوڑا آٹا لے آتا ہوں جس میں تین روٹیاں پکتی ہیں: ایک روٹی میری دوسری میری بیوی کی، تیسری بچے کی، پہلے دن ہم تینوں نے فاقہ کیا اور تینوں روٹیاں آپ کو لاکر دیدیں دوسرے دن بچے کی حالت نہ دیکھی گئی اس لئے ایک روٹی اس کو دے دی اور آپ کو دو روٹیاں لاکر دیں۔ آج بھوک کی وجہ سے بیوی بیتاب تھی اس کے حصے کی روٹی اس کو دے دی اور اپنے حصہ کی لے آیا۔ اور اب کل کو مجھ میں بھی فاقہ کی طاقت نہیں اس لئے بجورًا آپ سے یہاں سے جانے کو کہنا پڑا"

حضرت مولانا کاندھلویؒ نے فرمایا:

یہ اسی اکل حلال اور ایثار کے ثمرات و برکات ہیں کہ میں نے ہر رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔" (الفاروق کراچی)

درحقیقت رزق حلال مومن کے لئے باعث خیر و برکت، نجات اور فلاح دارین کا سبب ہے اور اس کے لئے بہت بڑی ڈھال ہے جس کے ذریعہ حرام و مشتبہ معاملات میں پڑنے سے بچتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں کسب حلال کی تلقین فرمائی ہے اس کو سراہا ہے وہیں یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمان حلال و حرام کا پورا خیال رکھیں۔ جائز و ناجائز کا امتیاز باقی رکھیں عبادات اور احکامات الٰہی کا پورا لحاظ رکھیں اور حرام رزق سے مکمل احتراز و اجتناب کریں۔

رزق حرام کی نحوست

جب انسان بغیر محنت کئے ہوئے ناجائز طریقے سے حرام مال کما کر کھاتا ہے تو اس کی نحوست اور اس کا برا اثر اس کی زندگی کے تمام کاموں اور خاندانوں اور نسلوں پر پڑتا ہے اور نسلیں کی نسلیں اس ناپاک آمدنی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اور آخرت میں حرام روزی کھانے کے نتیجہ میں بہت سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اس لئے فہم و بصیرت کا تقاضا یہ ہے کہ تحصیل رزق کی کوششیں شریعت کی بتائی ہوئی حدود کے اندر رہیں۔ اور حرام سے مکمل احتراز اور اجتناب کریں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جو حرام مال سے بڑھا ہوگا۔ (پھر فرمایا کہ) جو گوشت حرام مال سے بڑھا ہو۔ دوزخ ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوگا جسے حرام مال سے غذا ملی ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جس کا نام حرام سے بچنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ۔ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہو جاؤ تو جب تک حرام سے نہ بچو گے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال قبول نہ کرے گا۔ حضرت سہیل تستریؒ فرماتے تھے کہ جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے اعضاء خواہ مخواہ نافرمان ہو جاتے ہیں۔

کامیاب شخص

مسلمانوں کو چاہئے کہ ناجائز تجارت اور صنعت و حرفت اور ناجائز کارخانوں میں کام کرنے سے پرہیز کریں اور حرام غذا پیٹ میں جانے سے اپنے آپ کو روکیں۔ ہر مسلمان کی دینی لحاظ سے ذمہ داری ہے کہ مال کمانے میں حلال و حرام کا فرق ملحوظ رکھے اور علمائے حق سے حلال پیشے اور طریقے معلوم کرے یقیناً عصر حاضر میں ایمانداری اور امانت داری کے ساتھ مال کمانا تجارت اور سوداگری کرنا بڑی آزمائش اور امتحان کا کام ہے لیکن جو شخص خدا کے حکم کے مطابق سچائی، ایمانداری، دیانت داری اور امانت داری کا پورا خیال کرتے ہوئے مال حاصل کرے گا۔ وہ خدائی امتحان میں بڑا کامیاب شخص ہے اور وہ قیامت کے دن اللہ کے مقبول ترین بندوں کے ساتھ ہوگا۔ اور یہ اس کے مالک کی جانب سے اس کی سچائی اور دیانت داری کا بدلہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کرامؓ کی تجارت کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ (سورۂ نور ۔ ۳۷)

ایک مطالعہ

نمونہ سلف

مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مشاہدات وتاثرات

مرتبہ :- مولانا شمس الحق ندوی مدیر تعمیر حیات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی

بہت دن ہوئے کسی کتاب میں ایک واقعہ پڑھا تھا کہ ایک صاحب اپنے لئے مرشد کی تلاش میں نکلے۔ اس تلاش میں وہ ایک بزرگ کی خانقاہ میں کئی دن قیام پذیر رہے اور پھر چلنے لگے۔ چلتے وقت ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ کئی دن سے یہاں مقیم تھے۔ کوئی خاص کام تھا؟ انھوں نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب بزرگ نے اصرار کیا تو صاف صاف کہہ دیا کہ میں آپ کے پاس مرید ہونے کے لئے آیا تھا مگر کوئی خاص بات نہیں دیکھی اس لئے جا رہا ہوں۔ بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے دوران قیام میری کوئی ایسی بات دیکھی جو سنت رسولؐ سے ہٹی ہوئی ہو۔ انھوں نے کہا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ فرمایا کہ بس یہی میرا شرف ہے، اب آپ جا سکتے ہیں۔ وہ صاحب رک گئے اور بے حد اصرار کر کے مرید ہو گئے۔

سنت رسول کے سلسلے میں تو یہ بات پختہ ہے کہ اس کا اہتمام تو فرائض ہی کی ادائگی ہے۔ بقول مولانا رومؒ ؎

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مولانا شمس الحق صاحب ندوی کی یہ کتاب ایک ایسے بزرگ کے حالات پر مشتمل ہے جن کا اول اور آخر، ظاہر اور باطن صرف رسولؐ پاک کے لئے تھا۔ اس کتاب کے فاضل مضمون نگاروں نے مختلف انداز سے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے مگر سب سے بڑی کرامت تو وہی ہے جو ابھی میں نے بیان کی ہے۔ بے تکے اولیاء کی کرامات ایک حق بات ہے مگر بزرگی اور خدا رسیدگی کا تعلق تو کرامات سے ہرگز نہیں۔ قانونِ فطرت کو توڑنا اور انسان سے ماورا کوئی اور ہستی نظر آنا بزرگی کی ہرگز دلیل نہیں۔

اس کتاب کے مضامین میں جن کے لکھنے والوں میں صاحب دل لوگ ہیں کہیں کشف وکرامات، خوارق اور تصرفات کا ذکر نہیں۔ صرف اپنے ممدوح کے حسنات کا ذکر ہے اور یہ ذکر ایسے والہانہ طور پر ہوا ہے کہ روز مرہ کے معمولات کرامات کی طرح نظر آنے لگتے ہیں۔ انھوں نے مردہ دلوں کی مسیحائی کی تھی اور ان کی خدمت میں جو رجوع عام ہوا ہے وہ امیر خسروؒ کے اس بیان کا مصداق ہے جو انھوں نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں لکھا ہے ؎

در حجرۂ فقر بادشاہی
در عالم دل جہاں پناہی
شاہنشہے بے سریر و بے تاج
شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

سارے مضامین میں ایک توازن اور روحانی ہم آہنگی ہے۔ اس قدسی صفت بزرگ کا بیان ہے جنھوں نے مذہب کی تجدید کے ساتھ ماحول کی بھی تجدید کی ہے۔ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے الفاظ لکھوں گا۔

"اللہ کا دین مکمل ہے مگر زندگی متحرک اور تغیر پذیر ہے اور اسلام کے ابدی حقائق ایسے ہیں کہ وہ ہر دور میں دنیا کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ہماری امت کو جو زمانہ دیا گیا ہے وہ سب سے زیادہ انقلابات سے پُر ہے ماحول کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں جو دین کی تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہے ہیں۔"

اس حقیر مضمون نگار کو مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کی سعادت کبھی نصیب نہیں ہوئی مگر میں اپنے دل کو اس طرح تسکین دیتا ہوں کہ مسلمان تو ایمان بالغیب کے قائل ہیں۔ ع

اے تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

اور پھر انگریزی شاعر کیٹس (KEATS) کے الفاظ میں سنے ہوئے نغمے میٹھے ہوتے ہیں لیکن ان سنے نغمے ان سے بھی زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔

سارے مضامین کو پڑھ کر یہ خیال آتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ حکمت خداوندی کی ایسی جیتی جاگتی تصویر تھے ــــ جن میں محبت کی روح جاری اور ساری تھی۔ شریعت کے کلی قوانین کے حلقہ بدوش تھے اور ایک ملکوتی روح ان کے اندر حلول تھی۔ مولانا شمس الحق نے جو کتاب کا نام نمونہ سلف رکھا وہ صاحب کتاب کی صفات کی آئینہ دار ہے۔ ان کے خیالات، افکار، آرا سب یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی ساری زندگی کا ماحصل یہ تھا:۔

ع بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اور ان کا سروکار صرف مذہب کے ازلی، ابدی اور لامحدود عقائد سے رہا ہے۔

مولانا شمس الحق صاحب نے جس انداز میں مولانا علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح عمری بیان کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے، زندگی کی روداد کو چند صفحوں میں بیان کرنا اور اس طرح کہ حضرت کی پوری زندگی سامنے آجائے۔ وہ آنکھیں جو انھیں دیکھ نہیں سکی ہیں وہ دیکھنے لگیں۔ وہ کان جو ان کی مبارک آواز سن نہیں سکے ہیں سننے لگیں اور دل ان کی موجودگی کو محسوس کرنے لگے۔ یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ مضمون نگار کی پوری روح ان کے بیان میں سمٹ آئی ہے۔ ان احساسات کے ادراک کا سرچشمہ یقیناً فہم کے علاوہ کوئی اور قوت ہے۔

پورا مضمون ایک گنجینہ بے پایاں ہے۔

مولانا علیہ الرحمۃ کے اسلاف، ان کی تربیت، ان کے مجاہدے، ان کے شاعرانہ کمالات سب کا بیان اس طرح ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن پر پورے طرح اثر پذیر ہوتے ہیں۔ وہ جذبات جو اس مضمون کے مطالعے سے پیدا ہوتے ہیں وہ دل کو ایسی نرمی اور دماغ کو ایسی بالیدگی بخشتے ہیں جو انسان کو پہلے سے زیادہ دیندار اور دانشور بنا دیتی ہیں۔ یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس پاکیزہ روح کی پاک بینی کی تقلید کی جائے۔ لکھنے والے کے فنی مہارت کا لذت بخش احساس ہوتا ہے۔

خالص علم، مجرد علم کسی عالم کسی استاد کے لئے جتنا بھی کارآمد ہو عام خلقِ خدا کا اس سے تعلق نہیں ہو پاتا، تعلیم علم کی بادشاہت الگ ہے اور تعلیم عشق کی بادشاہت الگ۔ امام غزالی جیسے متبحر عالم نے لکھا ہے کہ صوفیہ ہی اللہ کے راستہ کے سالک ہیں ان کی سیرت بہترین سیرت ان کا راستہ سب سے مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور نور نبوت سے بڑھ کر کوئی نور نہیں۔

حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے جہاں مولانا مرحوم کے خاندانی حالات اور روحانی کمالات کا ذکر کیا ہے وہاں ان کی دو خاص خصوصیتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ایک انتہائی سادگی اور تواضع، شفقت بزرگانہ بلکہ محبت پدرانہ و مربیانہ۔ دوسرا بلند پایہ عارفانہ کلام۔ جگر کے اس شعر کا مشاہدہ اور چشم دید نظارہ ہے

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی عرفانِ محبت عام نہیں

اس سلسلے میں حضرت مولانا نے علامہ شبلی کے "شعر العجم" سے صوفیانہ شاعری کے متعلق کی چند سطریں نقل کی ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ فارسی شاعری اس وقت تک بے جان تھی جب تک اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ تصوف کا خمیر عشق حقیقی ہے جس کے بدولت عشق مجازی کی بھی قدر ہوئی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ اہل دل کے کلام میں جو غیر معمولی حلاوت اور قوت ہے وہ ان کے روح کی لطافت، قلب کی پاکیزگی اور اندرونی کیفیت اور سرمستی کا نتیجہ ہے۔ اس پورے گروہ کی نمائندگی خواجہ میر درد نے اس شعر میں کی ہے ؎

جائیے کس واسطے اے وردِ میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

مختلف ادوار اور مختلف شعراء کو بیان کرتے ہوئے وہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ برکاتہ ہیں۔ ان کے مجموعہ کلام "عرفان محبت" سے جو اسم بامسمیٰ ہے نمونے پیش کئے ہیں جن کا جوہر ان کی تپش اور گداختگی ہے۔ یہاں انھوں نے پھر خواجہ میر درد کا ایک بہترین شعر لکھا ہے ؎

اپنے بندہ پر جو تم چاہو سو بیداد کرو
پر کہیں جی میں نہ آئے کہ آزاد کرو

مولانا مرحوم کے بہترین اشعار حضرت مولانا نے نقل کئے ہیں۔ ان سب کو لکھنا گویا اس مضمون کو از خود لکھنے کے مترادف ہے

نہیں ہیں جو ترے دیوانے آج تک وہ کبھی
خوشی میں رو نہ سکے غم میں مسکرا نہ سکے

رونا کبھی ہنسنا کبھی جلنا کبھی بجھنا
الوانِ محبت ہیں یہ الوانِ محبت

حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ مجموعہ کلام کو پڑھ کر اچھے اچھے حاضر باشوں کو بھی مولانا ہی کی زبان میں کہنا پڑتا ہے ؎

احمد تجھے نہ جانا نہ سمجھا تمام عمر
گو ساتھ جا رہے ترے آ رہے ہیں ہم

جناب مولانا ابوبکر حسنی نے اپنے مضمون میں بڑے انکسار کو دخل دیا ہے۔ چھوٹا سا مضمون ہے لیکن بہترین ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے مولانا اپنے مخصوص انداز میں بات کر رہے ہیں۔

لکھا ہے کہ اہل اللہ کو اہل اللہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ ان کے اوصاف بیان کروں، ہاں علی میاں ضرور ساتھ ہیں کہ ان کو جب حضرت کے پاس دیکھا تو یہ نہ پتہ چلتا تھا کہ اس میں کون مرتد ہے اور کون مسترشد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب نے "اہل ناز کی نیازمندی" کے عنوان سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے بچپن، رفیق مولانا معین اللہ صاحب مرحوم کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے احباب کو اہل اللہ کی طرف مائل کرتے۔ ان کے ساتھ اپنے سفر کو بیان کیا ہے جس میں شریک سفر حضرت مولاناؒ کے صاحبزادے جناب قاری ستناقی احمد صاحب بھی تھے۔ یہ اچھا باتی مضمون ہے۔ اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جو بات مولانا ابوبکر حسنی صاحب نے لکھی ہے وہی بات

ڈاکٹر صاحب نے بھی لکھی ہے۔ حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کی ملاقاتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا کہ اہل اللہ کی یہی شان ہے کہ وہ ایک دوسرے کا اس طرح احترام کرتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ کون نیاز مند ہے اور کون اہل ناز۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے اپنے مضمون میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ اپنے عنوان "حضرت مولانا محمد احمد صاحب مجسم محبت" کا حق ادا کیا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے جملے نقل کروں مگر قاری کو جو لطف ان کا پورا مضمون پڑھ کر حاصل ہوگا اس میں کمی آجائے گی۔ تقریباً ایسا ہی مضمون ان کے برادر خورد جناب مولانا سید واضح رشید صاحب کا ہے جو انھوں نے عربی رسالہ "الرائد" میں لکھا ہے اور جس کا ترجمہ جناب محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی نے کیا ہے۔ عربی تک اس کم سواد کی رسائی نہیں مگر شاہد صاحب نے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اگر مضمون کو غزل کہا جائے تو بیت الغزل یہ بات ہوگی۔

"مولانا کا بیان متقدمین کے طرز پر سادہ و بے تکلف ہوتا تھا چنانچہ ایک موقع پر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ (خلیفہ و مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح) نے وعظ کے ختم ہونے کے بعد لوگوں سے کہا آج آپ لوگوں نے گویا حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رح قدس سرہ کا وعظ سن لیا۔ مضمون کا خاتمہ اس طور ہوا ہے۔

"آخر اپنے رب سے کئے ہوئے عہد کو سچ کر دکھلا کر علم و معرفت اور عشق الٰہی اور حب نبوی سے سرشار یہ آفتاب غروب ہو کر رحمت الٰہی کے آغوش میں جا پہونچا۔ یہ وہ ہستی تھی جو سلف صالحین کے طریقہ پر دعوت و ارشاد کا کام کر کے اور تقویٰ اور طہارت کی زندگی اختیار کر کے دنیا سے رخصت ہوئی۔

غرض بہترین اہل قلم نے اپنے اپنے جذبات کا تقریباً اثر گریہ میں اظہار کیا ہے۔ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، پروفیسر محمد اجتبا ندوی، مولانا قمر الزماں الہ آبادی کے مضامین خون دل سے لکھے گئے ہیں۔ اور پڑھنے والے کو مبہوت کر دیتے ہیں قدر مشترک یہی اتباع سنت، اخلاق و مروت، شفقت و محبت شکر و اعتراف ہے۔

مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب نے اپنے مضمون کی ابتدا حضرت مولانا رح کے اس جملے سے کی ہے کہ محب اپنے محبوب کو چھپاتا اور دل میں رکھتا ہے۔ علم و ادب کے پردے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کو چھپا دیا ہے یہی قول خود ان کی ذات گرامی پر صادق آتا ہے۔ خود حضرت والا نے بھی ہمیشہ اپنے کو چھپایا۔ یہ سادگی اور بے تکلفی اور تواضع اور بے نفسی کا دبیز پردہ تھا جس میں وہ چھپے رہے۔ وہ تقریباً مولانا کے گھر کے فرد تھے۔ اور مضمون بے حد گھریلو فضا کا آئینہ دار ہے۔ خاصا طویل مضمون ہے لیکن بے حد دلچسپ۔ اس واقعہ کا بیان کہ کس طرح جائداد پر قبضہ کرنے والے مخالفین جو مقدمہ ہار گئے تھے اور جن کی زیادتی سامنے تھی ان کو اپنے سعادت مند فرزندوں سے کہہ کر مالک بنا دیا۔ ایسے واقعے اس نفسی نفسی کی دنیا میں کم نظر آئیں گے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا مضمون "احمد خستہ جان اور اصلاح امت کا سامان" بڑا منفرد ہے۔ یہ مذہب، ادب اور شاعری کا بہترین امتزاج ہے۔ بیان کا انداز بے حد دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری نے اپنے بہترین مضمون میں مولانا کے مواعظ کے اقتباسات اور تحریروں کے ٹکڑے پیش کئے ہیں اس مضمون کو پڑھ کر مجھے لگا کہ خود میرا مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہو گیا ہے اور میں ان کے سامنے حاضر ہوں، ان کے مواعظ کا سامع ہوں اور ان کی تحریروں کا قاری۔

مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی نے بھی اپنی یادیں لکھی ہیں جسے انگریزی میں NOSTALGIA کہیں گے۔ مضمون کا خاتمہ اس اظہار افسوس پر ہے کہ آج کل دستار فضیلت تو رہ گئی ہے دستار محبت غائب ہو گئی ہے۔ ارشادات ہیں، تعلیمات ہیں، تقریریں ہیں، تحریریں ہیں لیکن روح سے خالی۔ عشق و محبت کی گرمی سے دور، یقیں محکم سے عاری۔

یہ سلسلہ مضامین چلتا ہی چلا گیا ہے۔ مولوی سلطان الہدیٰ ندوی، اور مولوی بلال عبد الحی ندوی نے جو مضامین لکھے ہیں وہ دل کے تاروں کو چھیڑ دیتے ہیں۔ اس ساز نے محبت کے مضراب کی چوٹ کھائی ہے۔ یہی کیفیت مولوی محمود حسن صاحب کے مضمون کی ہے۔

آخری دو مضامین مولانا کی صاحبزادی اور مولانا کے پوتے کے ہیں۔ یہ وہ مضامین ہیں جن میں حضرت مولانا علیہ الرحمہ اپنے گھر میں نظر آتے ہیں۔ دونوں مضامین شگفتگی اور اداسی کا امتزاج ہیں۔ باپ اور دادا کے علوئے مرتبت کا احساس اور ان کی رحلت کا غم۔ بہت ہی اچھے مضامین ہیں۔

اس کتاب کے مضامین میں ایک مکمل وحدت ہے جن کو پڑھ کر بصیرت میں اضافہ ہوگا اور ایسے جذبات اور واردات کی شناخت کا لطف آئے گا جو قاری کے دل میں خود موجود ہوں گے اور ایک بے تاب خواہش دل میں پیدا ہوگی کہ ایسے مرشد کامل سے معاملہ پڑے جن کی ہدایت اور رہبری دین و دنیا دونوں میں سرفرازی کا باعث ہو۔

مولانا شمس الحق صاحب نے یہ مضامین اکٹھا کر کے بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس محنت کا صلہ دے اور یہ انعام کہ وہ ہمیشہ ایسے مبارک کام کرتے رہیں۔ ساری توفیق اللہ کی ذات سے ہے۔

مولانا محمد رضوان ندوی کے حادثۂ وفات پر

مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

رپورٹ: سعید اشرف ندوی

۲ اکتوبر ۹۹ء کی صبح تقریباً پونے نو بجے مولانا محمد رضوان ندوی رح سابق استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء قیصر باغ (لکھنؤ) جاتے ہوئے بارہ دری کے سامنے ایک اسکوٹر کے تصادم سے شدید زخمی ہو گئے، ان کے سر میں کافی چوٹ آئی لکھنؤ یونیورسٹی کے بلرامپور ہاسٹل کے طلباء مولانا مرحوم کو بے ہوشی کی حالت میں بلرامپور ہاسپٹل لے گئے جہاں ڈاکٹروں کے علاج سے پہلے وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹروں نے ان کی جیب سے فون ڈائری برآمد کی اور ان کے گھر (احاطہ ندوہ) فون کیا، ان کی اہلیہ نے فون اٹھایا اور انھوں نے فوراً مولانا محمد رضوان صاحب کے بڑے بھائی جناب محمد عرفان صاحب کو فون پر اس کی اطلاع دی جب وہ بلرامپور ہاسپٹل جناب سید حسن حسنی کے ساتھ پہونچے تو ان کو بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جناب سید حسن حسنی صاحب نے نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو فون پر مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر دی۔ یہ خبر دار العلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں پر بجلی بن کر گری ہر شخص سکتے میں آگیا لیکن قضاء و قدر کا فیصلہ یہی تھا۔ لکھنؤ اور قرب و جوار میں فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور لوگوں کا ندوہ آنا شروع ہو گیا۔ ندوے کے نائب ناظم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی اور ندوے کے دیگر اساتذہ، اسٹاف و طلباء بلرامپور ہاسپٹل پہونچ گئے اس کے بعد سرکاری کارروائی شروع ہوئی اور تقریباً ۲ بجے جنازہ ندوے لایا گیا جہاں تجہیز و تکفین ہوئی اور بعد نماز عصر نماز جنازہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور مغرب سے پہلے ڈالی گنج قبرستان میں ندوۃ العلماء کے اساتذہ، اسٹاف، طلباء و مولانا مرحوم کے اعزہ و اقارب و دیگر شاخہائے ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور شہر کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں تدفین ہوئی۔

۳ اکتوبر ۹۹ء کو بعد نماز مغرب ندوہ کی مسجد میں قاری ریاض احمد کی تلاوت قرآن پاک کے بعد ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء اور مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی نے اپنے تاثرات پیش کئے۔

تاثرات مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس تعزیتی جلسہ میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ "اذکروا محاسن موتاکم" یہی موقع ہوتا ہے اور اسی لئے یہ جلسے ہوتے ہیں اور اگر کوئی جلسہ یا کوئی کلام اپنے محاسن اور اچھائیوں سے خالی ہو جائے تو وہ جلسہ اور کلام اپنی حقیقت کھو دیتا ہے۔ تعزیتی جلسوں کا مقصد نیکیوں کا اجاگر کرنا ہے تاکہ لوگوں کے اندر نیک کاموں کا جذبہ پیدا ہو۔ جہاں تک مولانا محمد رضوان صاحب کا تعلق ہے ان کی پیدائش ۵۶ء یا ۵۷ء کی ہے اس میں سے ۱۵ سال بچپن کے نکال دیں، باقی اس مختصر سی زندگی میں انھوں نے بہت بڑا کام کیا جس کے لئے ایک لمبی عمر اور عرصہ چاہئے۔ یہ سب ان کے جذبۂ عمل کا نتیجہ تھا کیونکہ ان کے اندر جیسا کہ میں جانتا ہوں کام کرنے اور دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ بہت تھا، ان کے سپرد جو کام بھی کیا جاتا وہ حتی الامکان اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے اور بڑے حسن و خوبی سے انجام دیتے یہ صفات ان کے اندر طالب علمی سے لے کر ندوہ میں استاد بننے کے بعد تک موجود رہیں۔ سب سے بڑھ کر جو بات تھی وہ یہ ہے کہ استاد بننے کے بعد بھی انھوں نے اپنے اساتذہ کے سامنے اپنے کو کبھی استاد نہیں سمجھا اور آخر تک اپنے کو شاگرد سمجھتے رہے اگرچہ وہ ایک مدرسے کے ذمہ دار ہو گئے تھے مگر اس احساس کا اظہار کبھی نہیں کیا۔

مولانا نے فرمایا کہ مدرسہ جامعۃ المومنات (دو بگا ہردوئی روڈ لکھنؤ) کا قیام ان کا بڑا کارنامہ ہے اور اس کی تعلیمی و تعمیری ترقی جس تھوڑی سی مدت میں ہوئی وہ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ ہے۔ خود لڑکیوں کا مدرسہ ایک بہت ہی اہم ذمہ داری ہے کیونکہ ان بچیوں کی بہترین دینی تعلیم و تربیت ایک اچھے اسلامی سماج و معاشرہ کے لئے بے حد ضروری ہے یہی بچیاں آگے چل کر اچھی مائیں بنیں گی اور ان کی گود ہی وہ پہلا مدرسہ ہے جس پر آنے والی نسل کی تعمیر ہوتی ہے ان کی بڑی خوبی یہ

تھی کہ اس مصروف زندگی میں وہ ہر شخص کے کام کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے، کتنے ایسے مدرسے ہیں جو ان کے مفید مشورے، مالی تعاون، بہت افرائی اور ہر قسم کے وسائل کی فراہمی سے وجود میں آئے اس کے علاوہ ندوہ سے ملحق بعض ایسے دینی و تعلیمی ادارے تھے ان سب کی خدمات ان کے ذمہ تھیں اور ہر جگہ جاجا کر ان کا کام کرتے تھے یہ سب بغیر کسی دنیاوی غرض کے کرتے تھے۔ اب انشاء اللہ یہی سب خوبیاں ان کے کام آئیں گی اور ان کی ان خوبیوں پر جو لوگ چلیں گے اس کا بھی اجر ان کو ملے گا کیونکہ انسان دنیا میں اپنی ساری چیزیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے صرف اعمال صالحہ لے کر جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اجر عظیم سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ نائب ناظم صاحب نے حاضرین سے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کرنے کی درخواست کی۔

تأثرات مولانا سید الرحمن اعظمی ندوی

مولانا سید الرحمن صاحب ندوی اعظمی نے (صدر شعبۂ عربی ندوہ) اپنے تعزیتی تأثرات میں بتایا کہ میں مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم کو بڑھائی کے دوران سے جانتا ہوں۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جس کام کو ٹھان لیتے تھے اس سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے ان تک دینی جذبہ، پیہم کوشش اور دوسروں کے تعاون کا خیال کافی پایا جاتا تھا یہی ان کی کامیابی کا راز تھا، جو اس تھوڑی عمر میں اتنا بڑا کام کیا جس کے لئے کافی عرصہ چاہئے تھا۔

۸۲-۱۹۸۱ء میں میرا ان کے ساتھ ایک سفر جو تقریباً ایک ماہ سے زائد کا تھا مگر اس بے سفر میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو باز خاطر ہوتا۔ وہ سفر میں ہمیشہ آرام پہونچانے کی کوشش کرتے اور اپنے کو ایک فرزند کی حیثیت سے پیش کرتے رہتے اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان کا یہی عمل ہمارے لئے نمونہ ہے

طلبہ سے خاص طور سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب چیزیں بیان کرنے کی اس لئے ہوتی ہیں تاکہ اس سے درس وسبق لیا جائے اور دینی میدان میں پیش آنے والی رکاوٹوں کے وقت ان جیسے لوگوں کے جذبہ اور لگن کو سامنے رکھ کر محنت سے کام کیا جائے اب ان کی یہی سب چیزیں یاد رکھنے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تأثرات مولانا نذر الحفیظ ندوی

مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی نے اپنے ابتدائی تأثرات میں بتایا کہ میں نے مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم کو اول، دوم اور سوم عربی سے پڑھایا تھا۔ ان کو میں نے بہت قریب سے دیکھا ہے وہ پڑھنے کے دوران بہت محنتی تھے، پڑھائی کے علاوہ دوسری دینی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے وہ پڑھائی کے درمیان ناظم جمعیۃ الاصلاح اور امین النادی العربی بھی مقرر ہوئے۔ اور اس فریضہ کو بخوبی انجام دیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنے سرگرم تھے۔ اسی محنت اور لگن کے نتیجے میں دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ان کو مزید تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھیجا گیا جہاں انھوں نے اچھے اثرات چھوڑے اور بعد والوں کے لئے نمونہ پیش کیا۔ وہ وہاں اپنی دینی وضع قطع اور لیاقت و صلاحیت کی بنا پر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے ہاسٹل کے نگراں بھی رہے جس کو انھوں نے بخوبی انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے

آخر میں حضرت نائب ناظم ندوۃ العلماء کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

دعائے مغفرت

ندوۃ العلماء کے سابق طالب علم غلام محمد ڈار لدانی کے جد محترم جناب حبیب اللہ ڈار کا حال ہی میں طویل علالت کے بعد ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے قارئین سے دعائے مغفرت درخواست ہے۔

محدث عصر مولانا عبد الرشید نعمانی کی رحلت

بلال عبد الحی حسنی ندوی

(دوسری و آخری قسط)

مولانا کے قلم سے جو سب سے پہلا مضمون نکلا وہ امام حاکم نیسابوریؒ کے مشہور رسالہ المدخل فی اصول الحدیث" پر ایک علمی و تحقیقی تبصرہ تھا، جس میں اس کے مباحث پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ یہ تبصرہ ندوۃ المصنفین سے شائع ہونے والا موقر ماہنامہ "برہان" میں چھ قسطوں میں شائع ہوا اور علماء نے اس کو تحسین کی نظر سے دیکھا۔ اس وقت مولانا کی عمر صرف پچیس سال تھی۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے اس کے بارے میں گذر چکی ہے، مشہور عالم و مصنف حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ نے اس مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا سید احمد اکبر آبادی کو جو مکتوب تحریر فرمایا اس کی حسب ذیل عبارت خاص طور پر پڑھنے کے لائق ہے جس سے مقالہ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"بھئی یہ مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی تو بڑے چھپے رستم نکلے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و افاضہ میں برکت دے، اس قسم کے علمی و تحقیقی مضامین کو دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ بزرگوں کے جانے کے بعد ان کی خصوصیات کے وارث انشاء اللہ رہیں گے۔ اس لئے اس قسم کے مضامین سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔"

یہ مقالہ مولانا کے برادر عزیز ڈاکٹر عبد الرحمن غضنفر صاحب نے المدخل کے عربی متن کے ساتھ کتابی شکل میں افادۂ عام کی غرض سے کراچی سے شائع کر دیا ہے۔

مولانا کی سب سے اہم اور مشہور تصنیف "ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ" ہے، جو مولانا کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کی دلیل ہے، اور مولانا کے علمی و تحقیقی کاموں میں ایک امتیاز رکھتی ہے، یہ کتاب بھی مولانا اپنے زمانہ شباب ہی میں تصنیف فرمائی ہے، اس کو علمی حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور اس وقت کبار محدثین و علماء نے اس سے استفادہ کیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے بھی اپنی بعض تصانیف میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحبؒ نے "امان الاحبار فی شرح معانی الآثار" میں استفادہ کیا، ابھی چند سال قبل محدث جلیل علامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے اپنی تحقیق و مراجعت کے ساتھ بڑے اہتمام سے یہ کتاب شائع کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دمشق کے بعض مدارس و کلیات میں یہ کتاب داخل نصاب کی گئی۔

اسی کتاب کے اردو ترجمہ کا جب مولانا مرحوم سے تقاضا کیا گیا تو مولانا نے اس کتاب کو سامنے رکھ کر بڑے مفید اور قیمتی اضافوں کے ساتھ اس کو مرتب فرمایا جو "ابن ماجہ اور علم حدیث" کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں خود مولانا کے الفاظ یہ ہیں "گنجے کو یہ امام ابن ماجہ کی سوانح عمری ہے لیکن در حقیقت یہ تدوین حدیث کی مفصل تاریخ ہے اور مسلمانوں کی ان جانفشانیوں کا مرقع ہے جو انھوں نے خدا کے آخری پیغمبر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کے لئے اٹھائی ہیں تاکہ امانت دین کی ذمہ داری میں جو اس امت کے سپرد کی گئی تھی کسی قسم کا رخنہ نہ آنے پائے اور اللہ کی حجت اہل ملل و ادیان پر تمام ہو جائے"۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب "در یا بکوزہ" کا مصداق ہے اور علم کا ایک سمندر ہے، اس میں علم حدیث کا تعارف بھی ہے اس کی تدوین کی تاریخ بھی ہے صحاح ستہ پر پہنچنا تا تبصرہ بھی ہے اور طبقات کتب کی تعیین بھی اور حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے نام سے اصل کتاب کے مضامین اور مندرجات پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری صاحب معارف السنن کا معمول تھا کہ ابتدائے سال میں درس شروع کرتے وقت پہلے اس کتاب کا ایک حصہ خود سناتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے اس کے بعد درس کی ابتداء فرماتے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن پاکستان سے شائع ہوئے اور علمی و مدرسی حلقوں میں مقبول ہوئے۔

سندھی ادبی بورڈ کراچی (حال حیدر آباد) نے متعدد سندھی علماء کی تصانیف مولانا کی تصحیح و تحقیق، مبسوط مقدمہ و تعارف اور قیمتی تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع کی ہیں۔ جو سندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) دامعات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب، یہ مخدوم طاہر محمد معین سندھی کی تصنیف ہے، جس میں انھوں نے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ و مسلک سے ہٹ کر بعض نظریات پیش کئے ہیں، مولانا نے

ان کا تعارف کیا ہے، اور مولانا کے ان ہی تعلقات کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی۔" مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے انوار الباری کے مقدمہ میں ان حواشی و تعلیقات کو التعلیقات علی الدراسات کے نام سے مولانا کی تصنیفات میں شمار کیا ہے۔

(۲) "ذب ذباب الدراسات عن المذهب الأريكية المناسبات" یہ مخدوم ملا عبد اللطیف سندھی کی تصنیف ہے جو دراسات اللبیب کے رد میں لکھی گئی ہے، اور مولانا کے قیمتی حواشی اور مقدمہ کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

(۳) مقدمہ کتاب التعلیم۔ یہ علامہ مسعود ابن شبیر سندھی کی تصنیف لطیف ہے جس پر مولانا کا مبسوط مقدمہ اور علمی حواشی ہیں، یہ کتاب بھی سندھی بورڈ سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا اپنے استاذ و شیخ حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحبؒ کی طرح امام ابو حنیفہؒ کی محبت و عقیدت سے سرشار تھے کبھی کبھی تذکرہ کرتے ہوئے رقت طاری ہو جاتی، مولانا کی تصانیف میں بھی یہ رنگ نمایاں تھا۔ مگر یہ حمایت بلکہ حمیت پوری امانت و دیانت کے ساتھ ہوئی، احناف کی طرف سے مولانا نے بہت کچھ دفاع بھی کیا اور بڑی خدمت کی، مولانا ہی کی فکر و مساعی سے امام صاحب کی بعض مسانید شائع ہوئیں اور ائمہ احناف کی بعض شائع شدہ مشہور کتابیں مولانا کے مبسوط اور محققانہ مقدموں کے ساتھ منظر عام پر آئیں یہ مقدمات خود اپنی جگہ بلند پایہ علمی و تحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں ان میں مؤطا امام محمدؒ، کتاب الآثار، اور جامع المسانید سرفہرست ہیں ان کے مقدمات میں مولانا نے ائمہ کتابوں کی اہمیت احادیث کی صحت اور ان کے مختلف نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے کتاب الآثار پر مولانا کی بعض تعلیقات بھی ہیں۔

اخیر میں "مکانۃ أبی حنیفۃ فی علم الحدیث" کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی، جس میں فن حدیث میں امام صاحب کے مرتبے سے بحث کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ فن کے اعتراضات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی امام صاحب کے فضائل و مناقب پر ائمہ نے قلم اٹھایا جن میں امام ابن عبد البر مالکی، امام ذہبیؒ، امام سیوطیؒ اور امام ابن حجر مکیؒ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، یہ بھی ملحوظ رہے کہ مؤخر الذکر تینوں شافعی عالم ہیں، مولانا کی یہ کتاب اختصاص فی الفن اور جامعیت کے لحاظ سے فائق ہے، علامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے یہ کتاب بھی اپنی تحقیق و مقدمہ کے ساتھ شائع کی ہے، اور مقدمہ میں مولانا کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔

طبقات کتب اور طبقات رجال پر مولانا کی جو نظر تھی شاید ہی کوئی دوسرا معاصر اس میں ان کا شریک ہو، اس کے ساتھ اصول پر بھی اچھی نگاہ تھی، حافظ ابن حجر کی مشہور و مقبول کتاب شرح نخبہ کا درس بڑا محققانہ ہوتا، کراچی سے تقی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی کے حواشی کے ساتھ جو شرح نخبہ شائع ہوئی ہے اس پر مولانا کی بھی بعض مفید اور اہم تعلیقات ہیں، جس طرح ایک طرف عالم اسلام کے مختلف حصوں میں رفض و شیعیت کا زور ہوا اور علامہ حق نے اس کی سرکوبی کے لئے کوششیں کیں اسی طرح بعض علاقوں میں نواصب نے سر اٹھایا، خاص طور پر پاکستان کے بعض علاقے اس کی زد میں آئے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ رد ناصبیت پر بھی اہل حق کی طرف سے قلم اٹھایا جائے۔

مولانا اگرچہ خالص حدیث کا ذوق رکھنے والے ایک متبحر عالم تھے مگر اسی احساس کے پیش نظر مولانا اس موضوع پر بھی متعدد رسالے تصنیف کئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں"

(۲) شہداء کربلا پر افتراء (۳) اکابر صحابہ پر بہتان

(۴) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں۔

اخیر میں حضرت علیؓ اور قصاص حضرت عثمانؓ کے موضوع پر ایک مفصل مضمون سپرد قلم فرمایا جو کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

یہ جملے کہتے ہوئے بعض مرتبہ مولانا کی آواز بھر آگئی اور آنکھیں نم ہو گئیں کہ میں نے حضرت حسینؓ اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے بہت کچھ دفاع کیا۔ ان حضرات سے مجھے امید ہے کہ بروز قیامت یہ میری سفارش کریں۔

مولانا کے ان فضائل و کمالات اور خاص طور پر فن حدیث پر عبور اور اس میں گہرائی کا تبھی نظر تھا کہ معاصر علماء نے کھل کر اعتراف کیا اور داد تحسین دی، اس کا جا بجا ذکر مضمون میں آچکا ہے، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی "صاحب" ترجمان السنہ" نے مولانا کے بارے میں لکھا ہے؟

"مولانا محمد عبد الرشید صاحب تاریخ و حدیث در رجال اور بعض دیگر فنون حدیث میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کی کتب مخطوطہ و مطبوعہ پر عالمانہ نگاہ رکھتے ہیں، منحنی سادہ مزاج اور مستند عالم ہیں۔"

مولانا سید احمد رضا بجنوری (خویش و تلمیذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ) مقدمہ انوار الباری شرح صحیح البخاری میں تذکرہ محدثین کے عنوان سے مولانا کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔" علامہ محدث ادیب فاضل، مولانا محمد عبد الرشید نعمانی دام ظلہم مشہور مصنف، محقق محدث، جامع معقول و منقول ہیں آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں اور آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں۔"

محدث کبیر علامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ نے مولانا کی کتاب "مکانۃ أبی حنیفۃ فی الحدیث" کے مقدمہ میں مولانا کے صفات علمی ذہن، ذوق نظر

اور محنت شاقہ کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا ان علمی فضائل و کمالات کے ساتھ عملی زندگی میں بھی ایک امتیاز رکھتے تھے سادگی و تواضع بلند اخلاق، صبر و رضا، زہد و قناعت جیسی صفات سے آراستہ اور سلف کا نمونہ تھے۔ خود نمائی سے بڑی نفرت تھی، مجالس میں صدر نشیں ہونا پسند نہ تھا، سنتوں کا خود بھی اہتمام کرتے اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے، رسمیات سے بڑا توحش تھا یہاں تک کہ اپنی بعض کتابوں کے رسم اجرا کی خبر ملی تو پسند نہ ہوا۔ مزاج میں علم کی متانت کے ساتھ ظرافت بھی تھی جس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ طلبہ کی جھجک ختم ہو جاتی، حجاب دور ہو جاتا اور استفادہ آسان ہوتا۔

آخری سفر ہندوستان میں جب کانپور تشریف لے گئے تو مشہر کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرہ میں قیام پسند فرمایا، جو اتنا تنگ تھا کہ پاؤں دراز کرنا بھی دشوار تھا، پھر بعض اہل تعلق کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے، راقم سطور اپنے ایک رفیق درس کے ساتھ جو مولانا کے شاگرد بھی ہیں کانپور تک مولانا کے ساتھ ہو گئے تھے اس سفر میں بھی مولانا کی وہی سادگی بے تکلفی دیکھنے میں آئی، کسی موقع پر بھی امتیاز و ترفع گوارہ نہ تھا۔

مولانا کی حیات ہی میں چھوٹی صاحبزادی نے جو حافظہ قرآن بھی تھیں اور چند ہی سال قبل مولانا نے ان کی شادی کی تھی خورد سال بچوں کو چھوڑ کر داغ مفارقت دیا، پھر البر محترمہ نے بھی ایک طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا لیکن مولانا ہر موقع پر صابر و شاکر رہے اور کبھی شکایت زبان پر نہیں آیا۔

مولانا کی تصنیفات کا معاملہ بھی عجیب رہا، بغیر ان کی اجازت کے مختلف مکتبوں سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے خود مولانا کو بھی ضرورت ہوتی تو خریدنے کی نوبت آتی، مولانا کو ان سے کوئی مادی منفعت حاصل نہ ہو سکی، کبھی تذکرہ بھی آیا تو فرمایا کہ اصل مقصد تو اشاعت ہی ہے۔

تربیت اولاد کا بھی بڑا خیال رہا، صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبد الشہید نعمانی مولانا کے ذوق تحقیق کے وارث ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو مولانا کا پورا جانشین بنائے۔

خالص علمی انہماک و مشغولیت کے باوجود عالم اسلام کے حالات سے باخبر رہتے، کہیں بھی اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آپڑتی تو مولانا اس کی چوٹ اپنے دل پر محسوس کرتے۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آج کل عالم اسلام پر حوبیت رہی ہے اس سے دل داغ داغ ہے" ایک جگہ مسلمانوں کے زوال و ادبار سے دل برداشتہ ہو کر لکھتے ہیں" حالات ناگفتہ بہ ہیں ہر شخص کو دنیا کی پڑی ہے جیسے کل مرنا نہیں۔ ارباب اقتدار دولت سمیٹنے میں لگے ہیں۔ رشوت عام، قتل عام ہے" اللہ رحم فرمائے۔ اللھم ارحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

دہلی میں خانقاہ مظہریہ محمدیہ حاضری کے بعد ایک مکتوب میں اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں" خانقاہ میں بڑا سکون محسوس کیا لیکن کوئی ذاکر نہ دیکھا۔ اولاد بھی انگریزی تعلیم میں ہے اللہ رحم فرمائے"۔ مہدیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور ان کی صاحبزادیوں کے مزارات پر حاضری ہوئی تو ان الفاظ میں تاثر ظاہر ہوا۔

" اب تو دنیا بدل گئی سب مزارات پختہ ہو گئے دیوبندیوں بریلویوں کا فرق مٹ گیا"

مولانا کے آخری تین چار سال مسلسل ضعف و علالت میں گذرے اس کا سلسلہ ۱۹۹۵ء کے اخیر سے شروع ہو چکا تھا، جامعہ نور کی شاہوں سے کئی سال قبل سبکدوشی اختیار فرمائی تھی اگرا جمگ کے ایک مدرسۃ البنات میں اصرار پر بخاری اور طحاوی زیر درس رہیں لیکن پھر اس کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا صاحبزادہ گرامی مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب کے مکان پر ہی قیام رہا، ابتدا میں تو کچھ مطالعہ و تحقیق اور افادہ کا سلسلہ جاری رہا بعد میں ضعف اتنا بڑھ گیا کہ اس سے بھی معذوری ہو گئی۔ بالآخر ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ کی شب کو یہ آفتاب غروب ہوا اور مسند علم حدیث سونی ہو گئی ؎

غدارحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قنوج کے قدیم مشہور و معزز کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر جنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر ۲۲۲۲۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

(بقیہ)

درس حدیث

دنیا پر تھی اس لئے اس نے اپنے بچے کے لئے اس شہسوار جیسی عزت کی تمنا کی۔ بچہ جو معصوم تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر حقیقت کھولدی اور دودھ پینا چھوڑ کر اس سے پناہ چاہی۔ باندی مظلوم و متہم تھی ایسوں کا آخرت میں بڑا مرتبہ ہے اس لئے بچے نے آخرت کے پیش نظر اس باندی جیسا بننے کی تمنا کی، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے درس و عبرت کے لئے کہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں ایسے واقعات پیش آتے ہیں ورنہ عام قانون خداوندی کے اعتبار سے اس بچہ کے بولنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے انھوں نے بیان کیا کہ "اسی اثنا میں کہ ایک دن ہم قریش کے تقریباً اسی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے غیر قریشی ایک بھی نہیں تھا، اس دن ان لوگوں جیسے حسین چہرے ہم نے کبھی اور نہیں دیکھے تھے۔

ان لوگوں نے عورتوں کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے بارے میں باتیں شروع کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی باتوں میں شریک ہوگئے حتیٰ کہ میری خواہش ہوئی کہ آپ خاموش ہو جاتے، آخر میں آپ کے پاس آیا آپ نے أشهد أن لا إله پڑھا پھر فرمایا۔

اے اہل قریش اس کلمہ کی لاج رکھنے کے اہل تم ہو، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور اگر تم نافرمانی کروگے تو اللہ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو تمہاری چمڑی ادھیڑ لے گا، آپ کے دست مبارک میں ایک ٹہنی تھی اس کا چھلکا اتارتے ہوئے اشارہ کرکے فرمایا کہ اس طرح چھلکا نکل جانے کے بعد وہ چھڑی سفید و چمک دار ہوگئی۔

امام مسلم اور ترمذی نے سفیان بن عبداللہ ثقفی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا "میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! آپ ہم سے ایک ایسی بات بتادیں جس کو ہم مضبوطی سے پکڑ لیں، آپ نے جواب میں فرمایا تم کہو میرا رب اللہ ہے پھر اسی پر جم جاؤ، دوبارہ پھر میں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ میرے بارے میں کس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ محسوس فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا یہ ہے سب سے خطرہ کی چیز۔

(ہم ذرا بھی غور کریں تو رحمۃ للعالمین کے اس ارشاد کی تصویر سامنے آجاتی ہے بالخصوص ہمارے اس زمانہ میں لوگ زبان کے بارے میں کس قدر غیر محتاط ہوگئے ہیں اور بے بات کی بات پر محض شکوک و شبہات کی بنا پر ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس سے کسی بھلے اور شریف آدمی کی عزت خاک میں مل جاتی ہے، اور اکثر تو غیر محتاط گفتگو یا جھوٹ و بہتان کے سبب فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے ایسی کہ قوموں کی قوموں کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے، گھر اور خاندان کا تو ذکر ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی زبان کو قابو میں رکھنے کی توفیق بخشے) دارقطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم نحر کو سوال کیا گیا، اگر کسی نے اعمال حج میں کچھ تقدیم و تاخیر کردی تو کیا ہوگا؟ کیا حج ادا ہو جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دو مرتبہ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔

امام مسلم نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا کہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے بہت قریب کردیا جائے گا، یہاں تک کہ ان سے ایک میل یعنی سرمہ دانی کی سلائی کے قریب ہوگا۔ (مقصود بہت قریب ہونا ہے) اس وقت لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینے کے اندر ہوں گے، کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کے گھٹنوں تک ہوگا، کسی کی کمر تک ہوگا، اور کسی کے منہ تک آجائے گا، یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔

حافظ ہیثمی نے "موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان" جو صحیحین پر ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج زمین سے قریب ہو جائے گا لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے، کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ آجائے گا۔ کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا، کچھ کی رانوں تک پسینہ ہوگا، کچھ کی کمر تک پسینہ آجائے گا۔ کچھ لوگوں کی گردن تک پسینہ آجائے گا، اور کچھ وہ لوگ ہوں گے جن کے منہ تک پسینہ ہوگا، حضرت عقبہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے منہ کو بند کرلیا، اور فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے کہ پسینہ ان کو ڈھک لے گا یعنی کمر سے اوپر ہو جائے گا، اور اپنے دست مبارک سے سر کے اوپر اشارہ کرکے بتایا۔

اظہار تشکر

ہمارے ہونہار نوجوان فرزند مولانا محمد رضوان ندوی جن کے گوناگوں تعلقات بھی تھے اور شاگردوں کی بھی بڑی تعداد ملک و بیرون ملک میں پھیلی ہوئی ہے کے انتقال پر ملال پر بہت زیادہ تعزیتی خطوط فون اور فیکس آرہے ہیں ہم ان سب حضرات کی تعزیت و ہمدردی کے شکر گزار ہیں اور ایصال ثواب کے امیدوار ہیں سب حضرات کو فرداً فرداً جواب دینا اور شکریہ ادا کرنا مشکل ہے اسی لئے اس تحریر کے ذریعہ ہم اور ہمارے تمام اہل خانہ آپ حضرات کے شکر گزار ہیں

محمد عثمان اعجاز
والد مولانا محمد رضوان ندوی

قوتِ ایمانی

نشور واحدی

یہ دنیا اور دنیا کے سوالی — کہاں سے لائیں احساسات عالی
ہے ایماں ایک قوت لایزالی — بدل سکتے ہیں دنیا ہاتھ خالی
گدائی را بہ بخشد عز شاہی
زیک فقر عمرؓ صد کج کلاہی

ہجوم دانش حاضر مسلم — مگر محفل زیادہ روشنی کم
ضیائے سینۂ فاروقؓ اعظم — چراغ جادۂ اسرار عالم
نہ دانی جنبش دل را کماہی
جہاں گرداں بذوق لا الٰہی

سن اے آسودۂ خواب شبانہ — تری کرنوں سے تابندہ زمانہ
حریف برق تیرا آشیانہ — تری تاریخ عالم میں فسانہ
بگویم باتو گر از من نخواہی
گناہِ توبہ عالم بے گناہی

مسلماں آسرا رکھتا نہیں ہے — بجز راہِ رضا رکھتا نہیں ہے
غم دل انتہا رکھتا نہیں ہے — یہ طوفاں ناخدا رکھتا نہیں ہے
سکوں از کشتی و ساحل نخواہی
پناہ من بہ فیض بے پناہی

جو ملت رہنمائے دیگراں ہو — وہ کیوں مغرب زدوں کی داستاں ہو
بہار تازہ ہے گلزار جاں ہو — کرن پھوٹے تو اک دنیا رواں ہو
زیزداں خواہم ایں مشرق نگاہی
دلم زندہ بہ آہِ صبح گاہی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وسیع العلمی اور حاضر جوابی

ایک کافر نے عین نماز عصر کے لئے تیار ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون سے بچے؟ اس سوال سے اس کی غرض یہ تھی کہ یہ سب جانوروں کی تفصیل بیان کریں گے اور نماز کا وقت قضا ہو جائے گا، آپؓ نے فرمایا جن جانوروں کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں، جن کے باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔ ایک اور شخص نے آپؓ سے دریافت کیا کہ انسان مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی ٹانگ اٹھا اس نے اپنی ٹانگ اٹھائی، پھر آپؓ نے فرمایا اب دوسری ٹانگ بھی اٹھا۔ اس نے مجبوری ظاہر کی تو آپؓ نے فرمایا یہی مثال ہے مختار اور مجبور کی۔

معصیت اور گناہ کے نتائج

(۱) توفیق کی کمی (۲) رائے کی خرابی (۳) قلب کا بگاڑ (۴) گرامی (۵) وقت کا ضائع ہونا (۶) بندہ کا اپنے رب سے دور ہو جانا (۷) دعا کا قبول نہ ہونا (۸) دل کا سخت ہو جانا (۹) عمر اور رزق سے برکت کا ختم ہو جانا (۱۰) ذلیل ہونا اور دشمن کا توہین کرنا (۱۱) بروں کی صحبت میں پڑ جانا جو قلب کو بگاڑ دیتے ہیں اور اوقات کو ضائع کرتے ہیں (۱۲) رنج و غم کا طاری ہونا (۱۳) فقر میں مبتلا ہونا (۱۴) مایوسی اور ناامیدی کا پیدا ہونا۔ یہ سب معصیت اور گناہ کے نتائج ہیں

وہ ہمیشہ سلامت رہے گا

جس نے اپنی حیثیت پہچان لی، زبان کو محفوظ رکھا، لایعنی چیزوں کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی کی آبروریزی سے زبان کو روکے رکھا، وہ ہمیشہ سلامت رہے گا، اور اسے کبھی ندامت اور شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

معافی اور درگذر

مشہور اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک روز نہایت بلیغ خطبہ دیا، اور خطبہ کے بعد بہت رویا اور کہا: اے رب! بلاشبہ میرے گناہ بہت بڑے ہیں، لیکن آپ کی ذرا سی معافی اور درگذر اس سے بہت بڑی ہے، بار الٰہا! اپنی اسی عفو و درگذر سے میرے بڑے گناہ کو مٹا دیجئے، امام اصمعیؒ نے فرمایا کہ جب یہ بات حضرت حسن بصریؒ تک پہونچی تو انھوں نے فرمایا کہ: اگر کسی بات کو سونے سے لکھا جاتا تو یہ اس لائق ہے کہ اس کو ضرور لکھا جاتا۔